© rasailojaraid.com

ششماہی علوم القرآن علی گڑھ، ۳۰/۲ جولائی - دسمبر ۲۰۱۵ء

قصہ آدم وابلیس
بیسویں صدی کی چند معروف اردو تفاسیر کی روشنی میں

سید مسعود احمد

قصہ آدم وابلیس قرآن مجید کے ان نہایت اہم قصوں میں سے ہے جو دین اسلام کی علمی، عقلی اور فلسفیانہ بنیادیں فراہم کرتے ہیں۔ یہ قصہ خصوصاً انسان کا اس دنیا میں منصب، اس کا مقصد زندگی، اس کی امتیازی حیثیت اور اس کے اصل دشمن سے متعارف کراتا ہے۔ یہ وہ قصہ ہے جو کارزارِ حیات میں کھڑا ہونے کا سلیقہ سکھاتا اور جہاد زندگانی میں کامیابی کا طریقہ بتاتا ہے اور رزم گاہ خیر وشر میں انسان کے مطلوبہ کردار کی نشاندہی کرتا ہے۔ یہ قصہ دراصل ماقبلِ تاریخ انسانی (Pre-Historical Period) کا وہ اجمالی بیان ہے جو تخلیق بشر، تسویۂ آدم اور حیاتِ انسانی کے سکونت ارضی سے ماقبل واقعات و واردات کی شکل میں کلام اللہ کے مکمل و محفوظ صحیفۂ قرآنی میں مختلف مقامات میں پایا جاتا ہے۔ چونکہ یہ قصہ مسلسل و یک جا بیان پر مبنی نہیں ہے اور نہ قصۂ یوسفؑ کی طرح مفصل و مکمل ہے لہٰذا ان بیانات الٰہی کو باہم مربوط کر کے ایک مفصل و جامع قصہ بنانے کی جو انسانی کوششیں ہوئیں وہ سب تفسیری کاوشیں قابل قدر ہیں البتہ ان میں اساطیری رنگ آمیزی اور اسرائیلیاتی روایات کا در آنا ہمارے نزدیک قرین امکان ہی نہیں بلکہ ایک حد تک ناگزیر سا تھا۔ دورِ نبوت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے گزرنے کے بعد سے بیسویں صدی عیسویں کے آغاز تک جو قرآن کا تفسیری لٹریچر تیار ہوا اس میں خصوصاً اس قصہ کے تعلق سے اساطیری اور اسرائیلیاتی عناصر کا اضافہ ہوتا گیا۔ حالانکہ اس کو چھانٹ کر نکالنے کی مخلصانہ کوششیں بھی جاری رہیں مگر مفسرین کی ایک قلیل تعداد ہی اس رطب و یابس کو نکالنے میں کامیاب ہوسکی۔ البتہ بیسوی صدی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عیسویں میں ولی اللٰہی تحریک کے زیر اثر غیر منقسم ہندوستان میں جو تفسیری لٹریچر وجود میں آیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ گزشتہ صدی کی تفسیری کاوشوں میں اسرائیلیات و خرافات سے بیزاری وقت کا تقاضا تھا جس کو سیاستِ زمان و مکان نے مزید مہمیز فراہم کی۔ دراصل ایک طرف یورپ کے سائنسی اور عقلی انقلاب کی گونج اور دوسری طرف ہندوستان میں انگریزوں کے تسلط کے خلاف پیدا ہوئی منافرت اور تحریک آزادی کا اثر ان دونوں عوامل نے علماء اسلام کو تعقل پسندی سے قریب اور اہل کتاب اور ان کی اساطیری روایات (Mythology) سے دور کرنے میں اہم رول ادا کیا۔ چنانچہ ایک طرف حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی اور ان کے تلامذہ و متوسلین مفتی محمد شفیع عثمانی اور مولانا عبد الماجد دریابادی صاحبان کی نگارشات تو دوسری طرف شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب کے شاگرد رشید اور شاہ عبد القادر صاحب موضح القرآن کی فکر کے خوشہ چیں مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب کی کاوشیں منصۂ شہود پر آئیں۔ نیز برصغیر ہند و پاک میں تحریک اسلامی کے روح رواں اور جماعت اسلامی کے بانی مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی صاحب اور فراہی مکتب فکر کے سرخیل اور علمبردار مولانا امین احسن اصلاحی صاحب کی معرکتہ الآرا تفاسیر کا علمی حلقوں میں غلغلہ بلند ہوا۔ یہ تمام تفسیریں ان علماء کبار کی محنت شاقّہ اور غیر معمولی ذہانت کی غماز ہیں اور اسرائیلیات سے تقریباً پاک ہیں۔ ضرورت ہے کہ اس بحر علم و معرفت کی غواصی کر کے جواہر نایاب نکالے جائیں۔ پیش نظر مقالہ اسی ضمن میں ایک حقیر کاوش ہے جس میں قصۂ آدم و ابلیس سے متعلق مندرجہ بالا مفسرین عظام کی چند قیمتی آراء کو پیش کر کے ان کا موازنہ و محاکمہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ماہرین فنِ تفسیر اٹھیں، اور زمانی تقاضوں کی رعایت سے تفسیری کام کو آگے بڑھائیں۔

اس قرآنی قصہ کے امتیازات:

(۱) قرآن مجید کے نزدیک یہ دنیائے انسانیت کا سب سے پہلا تاریخی قصہ ہے اور قرآن مجید کا مطالعہ کرنے والوں کے سامنے سب سے پہلا قصۂ قرآنی بھی۔

(۲) یہ قصہ قرآن مجید میں ایک دو بار نہیں بلکہ سات بار بیان کیا گیا ہے البتہ اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قصہ کے مختلف پہلوؤں کو مختلف جگہوں پر اُجاگر کیا گیا ہے جو اس قصہ کے قرآنی سیاق وسباق سے منطبق ومترشح ہوتے ہیں۔

(۳) یہ قصہ مکی اور مدنی دونوں سورتوں میں موجود ہے جن میں الاعراف، الحجر، بنی اسرائیل، الکہف، طٰہٰ اور صٓ مکی ہیں اور البقرہ مدنی۔

(۴) یہ قصہ قرآن حکیم کے فلسفۂ خیر وشر کی بنیاد فراہم کرتا ہے اور خدائے برتر وقدوس کے نظام مشیت وشریعت کو آپس میں مربوط کرنے کی عقلی توجیہ پیش کرتا ہے۔

(۵) یہ قصہ اس دنیا میں انسان کی اصل حیثیت ومقام کو واضح کرتا اور اس کی بنیادی خوبیوں وخامیوں کو اجاگر کرتا ہے، نیز اس کے مقصد وجود کو متعین کرتا ہے۔

(۶) یہ قصہ درحقیقت انسان کے اصل دشمن کی نشاندہی کرتا ہے اور اسی دشمن کی بنیادی چالوں کو دو اور دو چار کی شکل میں کھولتا ہے۔

(۷) یہ قصہ بنی آدم کے ازلی گناہ گار ہونے اور بنت حوا پر وارد ان بڑے الزامات سے بچاتا ہے جو صحف اولیٰ میں کسی طرح در آئے ہیں مثلاً اناجیل میں حضرت آدم کی غلطی کا تذکرہ تو ہے مگر ان کی سچی توبہ اور غفار الذنوب پروردگار حقیقی کی معافی کا کہیں ذکر نہیں۔ اسی طرح بائبل کا یہ بیان کہ حضرت آدم نے حوا کے کہنے پر درخت کا پھل چکھا اور پہلی غلطی حوا کی تھی وغیرہ، ان تمام تحریفات کی قرآن لطیف انداز میں اصلاح کرتا ہے۔

(۸) یہ قصہ تین ذوی العقول مخلوقات جن کا خمیر نور، نار اور خاک ہیں ان کی اصل فطرت اور ان کے نمایاں اوصاف سے آگاہ کرتا ہے۔

(۹) یہ قصہ عام قارئین کے بہت سے بنیادی سوالوں کا جواب خود بخود فراہم کرتا ہے مثلاً یہ کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے مستقل طور پر ملکوتی صفات والا کیوں نہیں بنایا کہ ہم غلطی ہی نہ کرتے اور یہ کہ امتحان کے لیے ہم میں سے ہر شخص کی حالت ایک جیسی کیوں نہ رکھی گئی وغیرہ۔

(۱۰) یہ قصہ حضرت انسان کی اصل منزل مقصود اور اس کی فطری تمناؤں پر سے پردہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اٹھاتا ہے اور اس منزل مقصود کے حصول کا آسان و بہترین ذریعہ کی نشاندہی کرتا ہے۔

اس قصہ کو موضوعِ بحث بنانے کی وجہ

اولاً تو مندرجہ بالا نکات ہی اس قصہ کی اہمیت وضرورت کو اجاگر کرتے ہیں لیکن ان کے باوجود بدقسمتی سے عوام میں اس قصہ کے تعلق سے واضح قرآنی نقطہ نظر سامنے نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اسرائیلی روایات نے اس قصہ کو اس حد تک مسموم کر دیا ہے کہ قرآن مجید کا اصل پیغام بھی بعض اوقات ذہنوں سے اوجھل رہتا ہے۔ امت مسلمہ کی متعدد متداول تفسیروں تک میں اتنا اختلاف پایا جاتا ہے کہ قارئین تفسیر کے لیے اقرب الی الصواب رائے تک رسائی مشکل نظر آتی ہے اور جس نے مختلف تفسیروں کا مطالعہ نہیں کیا ہے وہ اپنی پسندیدہ تفسیر ہی پر تکیہ کیے بیٹھا ہے اور اُسی بشری رائے کو مرادِ الٰہی گردانتا ہے۔ الاّ ماشاءاللہ۔ اس تناظر میں غور کریں کہ خاکسار مقالہ نگار سے ایک صاحب نے یہ سوال کیا کہ ابلیس حضرت آدم وحوا کو بہکانے جنت میں کیسے پہنچا بالفاظ دیگر ابلیس نے آدم وحوا کو جنت میں رہتے ہوئے کیسے بہکا دیا۔ دراصل ان کے زیر مطالعہ جو تفسیر تھی اس میں ان کے نزدیک جو ابہام تھا اس کو وہ کھولنا چاہتے تھے اور اس سلسلہ میں احقر کی مدد کے بھی خواہاں تھے۔ غالباً وہ یہ سمجھتے تھے کہ یا تو ابلیس کسی طرح داروغۂ جنت کو جھانسا دے کر اندر گھس گیا یا ابلیس کو اس وقت تک جنت میں جانے کی اجازت تھی۔ بلاشبہ یہ رائے ان کے تفسیری مطالعہ کی روشنی میں ہی بنی تھی۔ میں نے فوری طور پر ان کو یہ جواب دے دیا کہ نہ تو میں اس بات کو مان سکتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے ملکوتی نظامِ مملکت میں کوئی جھول ہوسکتا ہے اور نہ یہ رائے میرے نزدیک وزنی قرار پاتی ہے کہ ابلیس کے راندۂ درگاہ الٰہی ہونے کے بعد وہ جنت میں داخل ہو سکے لہٰذا اس سلسلہ میں بہترین صورت یہی ہوسکتی ہے کہ شیطان نے بغیر جنت میں داخل ہوئے آدم وحوا کو بہکایا ہو (واللہ اعلم بالصواب)۔ ان کو میری رائے ماننے میں اس لیے تردد تھا کہ وہ بہکانے کے لیے طبعی قرب و ملاقات (Physical Contact) کو ناگزیر سمجھتے تھے۔ میں نے آج کی سائنسی و تکنیکی ترقیوں کا حوالہ دیتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوئے یہ بتانا چاہا کہ آج کل کے موبائل اور ویڈیو کانفرنسنگ کے دور میں بغیر طبعی قرب کے نہ صرف بہکایا جاسکتا ہے بلکہ اس انٹرنیٹ پر مبنی موبائل، ویڈیوز اور مصنوعی حقیقت (Virtual Reality) کے ذریعہ برین واشنگ اب عام ہوگئی ہے اور جو رہی سہی کسر ہے اس پر بھی مائکرو چپس (Micro-Chips) کو جسم میں ٹرانسپلانٹ (Transplant) کر کے خیالات پر کنٹرول کرنے کی باتیں ہو رہی ہیں کہ وہ بھی عنقریب عام لوگوں کی سمجھ میں آنے لگیں گی۔ اور یہ سب کچھ انسانی عقل کے کارنامے ہیں جس کو خلاّق عالم ہی نے بنایا ہے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ ساری ٹکنالوجی آج ابلیس ہی اپنی مقصد براری میں زیادہ استعمال کر رہا ہے۔ آج شیطان کو مسجد میں داخل ہو کر موسیقی کی بہترین دھن بجانے کی ضرورت بھی نہیں بلکہ صاحبان جبہ و دستار کو اس نے ہاتھوں میں ایک موبائل تھما دیا ہے جس سے بہترین اذان و قرأتِ قرآن بھی سن سکتے ہیں اور شعوری یا لاشعوری طور پر دلفریب و ناجائز ساز بھی۔ نہ اُس وقت آدم وحوا سے ابلیس لعین جبراً کوئی بات منوا سکتا تھا اور نہ آج کسی ابن آدم اور بنت حوا کی آزادی و اختیار پر اس کا کوئی جبر چل رہا ہے۔ آج بھی شیطان بھٹکنے والے کی آنکھوں پر کوئی معنوی پردہ ڈال دیتا ہے اور آدم وحوا کو بہکاتے وقت بھی اس نے کوئی معنوی پردہ ہی ڈال دیا تھا۔ آج بھی اگر ابلیس ہمارے سامنے آکر ہمیں چیلنج کر دے تو وہ ہمیں بہکانے میں کامیاب نہ ہو سکے گا کیوں کہ ہماری عزت نفس اور فطری انسانیت بہت قوت رکھتی ہے اور روز اول بھی ابلیس کی وہ جرأت نہ ہوسکتی تھی کہ جنت میں کسی نہ کسی طرح داخل ہو کر آدم وحوا کی فطری انسانیت کو چیلنج کر سکتا۔ آج بھی اصل شیطان اور اس کا قبیلہ ہم لوگوں کو نظر نہیں آتا تو کل بھی اس کی ہمارے جد امجد کے سامنے آنے کی ہمت نہیں تھی جب کہ آدم علیہ السلام کو ابلیس کے سجدہ نہ کرنے کا واقعہ ابھی تازہ تھا۔ بہر حال یہ چند معروضات تھیں جن میں سے بعض کو ان کے سامنے لانے کی کوشش کی البتہ یہ واقعہ ہمارے لیے قصہ آدم وابلیس کو نئے سرے سے سمجھنے کا باعث ضرور بن گیا، جس کے لیے تفسیروں کے مطالعہ کی بھی ضرورت تھی اور قرآن مجید پر ان تفسیروں کی روشنی میں غور و تدبر کی بھی، اور اسرائیلیات کو سمجھنے کے لیے بائبل کو براہ راست پڑھنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی ضرورت بھی تھی۔ اس تمہید کے ساتھ اس بحث کی افادیت اور اس قصہ کو سمجھنا شاید آسان ہوگیا ہے۔

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ قصۂ ابلیس و آدم قرآن مجید میں سات مقامات پر پیش کیا گیا ہے۔ وہ آیات مختصراً دیتے ہوئے ان کا مکمل ترجمہ درج ذیل ہے۔

(۱) وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً............ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ (البقرہ:۲/۳۰-۳۹)

اور (یاد کرو وہ واقعہ) جب کہ آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں، تو انہوں نے کہا کہ آپ ایسی مخلوق کو کیوں بنا رہے ہیں جو زمین میں فساد مچائے اور خوں ریزی کرے؟ اور ہم تو تیری تسبیح، حمد اور پاکیزگی بیان کر ہی رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو (حکمتیں) میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے اور اللہ نے آدم کو تمام نام سکھا کر ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا، اگر تم سچے ہو تو ان کے نام بتاؤ ان سب نے کہا تو پاک و بے عیب ہے ہمیں تو صرف اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھا رکھا ہے، پورے علم و حکمت والے تو آپ ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم سے فرمایا کہ تم ان کے نام بتا دو۔ جب انہوں نے بتا دیے تو فرمایا کہ کیا میں نے پہلے ہی تم سے نہ کہا تھا کہ زمین اور آسمانوں کا غیب میں ہی جانتا ہوں اور میرے علم میں ہے جو تم ظاہر کر رہے ہو اور جو تم چھپاتے تھے۔ اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا۔ اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں ہوگیا۔ اور ہم نے کہہ دیا کہ اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور جہاں کہیں سے چاہو بافراغت کھاؤ پیو، لیکن اس درخت کے قریب بھی نہ جانا ورنہ ظالم ہو جاؤ گے۔ لیکن شیطان نے ان کو بہکا کر وہاں سے نکلوا ہی دیا۔ اور ہم نے کہہ دیا کہ اتر جاؤ! تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور ایک وقت مقرر تک تمہارے لیے زمین میں ٹھہرنا اور فائدہ اٹھانا ہے۔ آدم نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لیے (جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے) ان کی توبہ قبول فرمائی، بے شک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ تب ہم نے کہا (اب) تم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سب یہاں سے اترو اور جب کبھی تمہارے پاس میری ہدایت پہنچے تو اس کی تابعداری کرنے والوں پر کوئی خوف وغم نہیں اور جو انکار کر کے ہماری آیتوں کو جھٹلائیں وہ جہنمی ہیں اور ہمیشہ اسی میں رہیں گے)۔

(۲) وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ.......... قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ. (الاعراف:۷/۱۱-۲۵)

(اور ہم نے تمہاری تخلیق کی ابتدا کی پھر تمہاری صورت بنائی، پھر فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو۔ اس پر سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔ پوچھا ''تجھے کس چیز نے سجدہ کرنے سے روکا جب کہ میں نے تجھ کو حکم دیا تھا؟'' بولا ''میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے''۔ فرمایا ''اچھا تو یہاں سے نیچے اتر، تجھے حق نہیں ہے کہ یہاں بڑائی کا گھمنڈ کرے۔ نکل جا کہ درحقیقت تو ان لوگوں میں سے ہے جو خود اپنی ذلت چاہتے ہیں''۔ بولا ''مجھے اس دن تک مہلت دے جب کہ یہ سب دوبارہ اٹھائے جائیں گے'' فرمایا تجھے مہلت ہے۔ بولا ''اچھا تو جس طرح تو نے مجھے گمراہی میں مبتلا کیا ہے، میں بھی اب تیری سیدھی راہ پر ان انسانوں کی گھات میں لگا رہوں گا، آگے اور پیچھے، دائیں اور بائیں، ہر طرف سے ان کو گھیرونگا اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا''۔ فرمایا ''نکل جا یہاں سے ذلیل اور ٹھکرایا ہوا۔ یقین رکھ کہ ان میں سے جو تیری پیروی کریں گے، تجھ سمیت ان سب سے جہنم بھر دوں گا، اور اے آدم، تو اور تیری بیوی، دونوں اس جنت میں رہو، جہاں جس چیز کو تمہارا جی چاہے کھاؤ، مگر اس درخت کے پاس نہ پھٹکنا ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔'' پھر شیطان نے ان کو بہکایا تا کہ ان کی شرم گاہیں جو ایک دوسرے سے چھپائی گئی تھیں ان کے سامنے کھول دے۔ اس نے ان سے کہا ''تمہارے رب نے تمہیں جو اس درخت سے روکا ہے اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ تم فرشتے نہ بن جاؤ یا تمہیں ہمیشگی کی زندگی حاصل نہ ہو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جائے''۔ اور اس نے قسم کھا کر ان سے کہا کہ ''میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں۔ اس طرح دھوکا دے کر وہ ان دونوں کو رفتہ رفتہ اپنے ڈھب پر لے آیا۔ آخر کار جب انہوں نے اس درخت کا مزا چکھا تو ان کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور وہ اپنے جسموں کو جنت کے پتوں سے ڈھانکنے لگے۔ تب ان کے رب نے انہیں پکارا'' کیا میں نے تمہیں اس درخت سے نہ روکا تھا اور نہ کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے؟'' دونوں بول اٹھے ''اے رب، ہم نے اپنے اوپر ستم کیا، اب اگر تو نے ہم سے درگزر نہ فرمایا اور رحم نہ کیا تو یقیناً ہم تباہ ہو جائیں گے''۔ فرمایا، اتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو، اور تمہارے لیے ایک خاص مدت تک زمین میں جائے قرار اور سامان زیست ہے'' اور فرمایا '' وہیں تم کو جینا اور وہیں مرنا ہے اور اسی میں سے تم کو آخر کار نکالا جائے گا)۔

(۲الف) يٰبَنِيٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا اِنَّهٗ يَرٰكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ. (الاعراف:۷/۲۷)

(اے بنی آدم، ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں پھر اسی طرح فتنے میں مبتلا کر دے جس طرح اس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکلوایا تھا اور ان کے لباس ان پر سے اتروا دیے تھے تا کہ ان کی شرمگاہیں ایک دوسرے کے سامنے کھولے۔ وہ اور اس کے ساتھی تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ ان شیاطین کو ہم نے ان لوگوں کا سرپرست بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔

(۳) وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ......... وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ. (الحجر:۱۵/۲۶-۴۳)

(ہم نے انسانوں کو سڑی ہوئی مٹی کے سوکھے گارے سے بنایا۔ اور اس سے پہلے جنوں کو ہم آگ کی لپٹ سے پیدا کر چکے تھے۔ پھر یاد کرو اس موقع کو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا کہ ''میں سڑی ہوئی مٹی کے سوکھے گارے سے ایک بشر پیدا کر رہا ہوں۔ جب میں اسے پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی روح سے کچھ پھونک دوں تو تم سب اس کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آگے سجدہ میں گر جانا" چنانچہ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا، سوائے ابلیس کے کہ اس نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ رب نے پوچھا "اے ابلیس! تجھے کیا ہوا کہ تو نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ نہ دیا؟" اس نے کہا "میرا یہ کام نہیں ہے کہ میں اس بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے سڑی مٹی کے سوکھے گارے سے پیدا کیا ہے۔" رب نے فرمایا "اچھا تو نکل جا یہاں سے کیوں کہ تو مردود ہے، اور اب روز جزا تک تجھ پر لعنت ہے"۔ اس نے عرض کیا "میرے رب، یہ بات ہے تو پھر مجھے اس روز تک کے لیے مہلت دے جب کہ سب انسان اٹھائے جائیں گے فرمایا "اچھا، تجھے مہلت ہے اس دن تک جس کا وقت ہمیں معلوم ہے۔" وہ بولا "میرے رب، جیسا تو نے مجھے بہکایا اسی طرح اب میں زمین میں ان کے لیے دل فریبیاں پیدا کر کے ان سب کو بہکا دوں گا سوائے تیرے ان بندوں کے جنہیں تو نے ان میں خالص کر لیا ہو۔" فرمایا "یہ راستہ ہے جو سیدھا مجھ تک پہنچتا ہے۔ بے شک جو میرے حقیقی بندے ہیں ان پر تیرا بس نہ چلے گا۔ تیرا بس تو صرف ان بہکے ہوئے لوگوں ہی پر چلے گا جو تیری پیروی کریں۔ اور ان سب کے لیے جہنم کی وعید ہے)۔

(۴) وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا.........اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا . (بنی اسرائیل:۱۷/۶۱-۶۵)

(اور یاد کرو جب کہ ہم نے ملائکہ سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا، مگر ابلیس نے نہ کیا۔ اس نے کہا "کیا میں اس کو سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے بنایا ہے؟" پھر وہ بولا "دیکھ تو سہی، کیا یہ اس قابل تھا کہ تو نے اسے مجھ پر فضیلت دی؟ اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے تو میں اس کی پوری نسل کی بیخ کنی کر ڈالوں، بس تھوڑے ہی لوگ مجھ سے بچ سکیں گے"۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اچھا تو جا ان میں سے جو بھی تیری پیروی کریں گے، تجھ سمیت ان سب کے لیے جہنم ہی بھرپور جزا ہے۔ تو جس کو اپنی دعوت سے پھسلا سکتا ہے پھسلا لے، ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا لا، مال اور اولاد میں ان کے ساتھ ساجھا لگا، اور ان کو وعدوں کے جال میں پھانس۔ اور شیطان کے وعدے ایک دھوکے کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سوا اور کچھ بھی نہیں۔ یقیناً میرے بندوں پر تجھے کوئی اقتدار حاصل نہ ہوگا، اور توکل کے لیے تیرا رب کافی ہے)۔

(۵) وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا (الکہف ۱۸: ۵۰)

(یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا، وہ جنوں میں سے تھا اس لیے اپنے رب کے حکم کی اطاعت سے نکل گیا۔ اب کیا تم مجھے چھوڑ کر اس کی ذریت کو اپنا سرپرست بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں؟ بڑا ہی برا بدل ہے جسے ظالم لوگ اختیار کر رہے ہیں)۔

(۶) وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى .... وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى۔ (طٰہٰ: ۲۰/۱۱۶-۱۲۷)

(ہم نے اس سے پہلے آدم کو ایک حکم دیا تھا، مگر وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں عزم نہ پایا۔ یاد کرو وہ وقت جب کہ ہم نے فرشتوں سے کہا تھا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ وہ سب تو سجدہ کر گئے، مگر ایک ابلیس تھا کہ انکار کر بیٹھا۔ اس پر ہم نے آدم سے کہا کہ دیکھو، یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے، ایسا نہ ہو کہ یہ تمہیں جنت سے نکلوا دے اور تم مصیبت میں پڑ جاؤ۔ یہاں تو تمہیں یہ آسائشیں حاصل ہیں کہ نہ بھوکے ننگے رہتے ہو، نہ پیاس اور دھوپ تمہیں ستاتی ہے"۔ لیکن شیطان نے اس کو پھسلایا، کہنے لگا "آدم، بتاؤں تمہیں وہ درخت جس سے ابدی زندگی اور لازوال سلطنت حاصل ہوتی ہے؟" آخر کار دونوں (میاں بیوی) اس درخت کا پھل کھا گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فوراً ہی ان کے ستر ایک دوسرے کے آگے کھل گئے اور لگے دونوں اپنے آپ کو جنت کے پتوں میں ڈھانکنے۔ آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور راہ راست سے بھٹک گیا)۔

پھر اس کے رب نے اسے برگزیدہ کیا اور اس کی توبہ قبول کرلی اور اسے ہدایت بخشی اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فرمایا "تم دونوں فریق (یعنی انسان اور شیطان) یہاں سے اتر جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے۔ اب اگر میری طرف سے تمہیں کوئی ہدایت پہنچے تو جو کوئی میری اس ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ بھٹکے گا نہ بدبختی میں مبتلا ہوگا۔ اور جو میرے "ذکر" (درس نصیحت) سے منہ موڑے گا اس کے لیے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی۔ اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا اٹھائیں گے۔" وہ کہے گا "پروردگار، دنیا میں تو میں آنکھوں والا تھا، یہاں مجھے اندھا کیوں اٹھایا؟" اللہ تعالیٰ فرمائے گا "ہاں، اسی طرح تو ہماری آیات کو جب کہ وہ تیرے پاس آئیں تھیں، تو نے بھلا دیا تھا۔ اسی طرح آج تو بھلایا جا رہا ہے۔" اس طرح ہم حد سے گزرنے والے اور اپنے رب کی آیات نہ ماننے والے کو (دنیا میں) بدلہ دیتے ہیں، اور آخرت کا عذاب زیادہ سخت اور دیرپا ہے)۔

(۷) اِذۡ قَالَ رَبُّکَ لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیۡ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنۡ طِیۡنٍ ...... لَاَمۡلَئَنَّ جَہَنَّمَ مِنۡکَ وَمِمَّنۡ تَبِعَکَ مِنۡہُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ. (صٓ:۳۸/۷۱-۸۵)

(یاد کرو وہ وقت) جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا، میں مٹی سے ایک بشر بنانے والا ہوں، پھر جب میں پوری طرح بنا دوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم اس کے آگے سجدہ میں گر جاؤ۔ اس حکم کے مطابق فرشتے سب کے سب سجدے میں گر گئے۔ مگر ابلیس نے اپنی بڑائی کا گھمنڈ کیا اور وہ کافروں میں سے ہو گیا۔ رب نے فرمایا "اے ابلیس، تجھے کیا چیز اس کو سجدہ کرنے سے مانع ہوئی ہے جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے؟ تو بڑا بن رہا ہے یا تو ہے ہی کچھ اونچے درجے کی ہستیوں میں سے؟" اس نے جواب دیا "میں اس سے بہتر ہوں، آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے" فرمایا "اچھا تو یہاں سے نکل جا، تو مردود ہے اور تیرے اوپر یوم الجزا تک میری لعنت ہے۔" وہ بولا "اے میرے رب، یہ بات ہے تو پھر اس وقت تک مجھے مہلت دے دے جب یہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔" فرمایا "اچھا، تجھے اس روز تک کی مہلت ہے جس کا وقت مجھے معلوم ہے۔" اس نے کہا "تیری عزت کی قسم، میں ان سب لوگوں کو بہکا کر رہوں گا، بجز تیرے ان بندوں کے جنہیں تو نے خاص کر لیا ہے۔ فرمایا "تو حق یہ ہے اور میں حق ہی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہا کرتا ہوں کہ میں جہنم کو تجھ سے اور ان سب لوگوں سے بھر دوں گا جو ان انسانوں میں سے تیری پیروی کریں گے)۔

مندرجہ بالا قرآنی آیات میں قابل غور نکات:

ان آیات کو پڑھ کر ایک عام قاری زیر بحث موضوع کے تعلق سے بعض مقامات پر ٹھہر کر سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ اس کا رب وہاں کوئی اہم پیغام دے رہا ہے۔ مثلاً:

(۱) قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ (الاعراف:۷/۱۳) رب نے فرمایا "یہاں سے نیچے اتر تجھے حق نہیں ہے کہ یہاں بڑائی کا گھمنڈ کرے، نکل جا کہ درحقیقت تو ان لوگوں میں سے ہے جو خود اپنی ذلت چاہتے ہیں۔ سورہ ص/آیات ۷۷-۷۸ میں یہ مضمون اس طرح ہے "اچھا تو یہاں سے نکل جا، تو مردد ہے اور تیرے اوپر یوم الجزاء تک میری لعنت ہے"۔

(۲) قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۔ (الاعراف:۷/۱۸) (فرمایا، نکل جا یہاں سے ذلیل اور ٹھکرایا ہوا۔

(۳) قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ (الاعراف:۷/۲۴) (اور فرمایا، تم سب اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور ایک وقت مقرر تک تمہارے لیے زمین میں ٹھہرنا اور فائدہ اٹھانا ہے)۔

(۴) اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ (الاعراف:۷/۲۷)
(وہ (شیطان) اور اس کے ساتھی تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے)۔

(۵) سورہ الحجر/آیات ۳۴-۳۸ میں ارشاد ربانی ہے "رب نے فرمایا "اچھا تو نکل جا یہاں سے کیونکہ تو مردود ہے، اور اب روز جزا تک تجھ پر لعنت ہے"۔ اس نے عرض کیا "میرے رب، یہ بات ہے تو پھر مجھے مہلت دے اس روز تک جب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ سب انسان اٹھائے جائیں گے"۔ فرمایا، اچھا تجھے مہلت ہے اس دن تک جس کا وقت ہمیں معلوم ہے۔"

(۶) سورہ بنی اسرائیل/آیت ۶۸ میں فرمانِ الٰہی ہے "اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ"۔ یعنی یقیناً میرے بندوں پر تجھے کوئی اقتدار حاصل نہ ہوگا۔

(۷) سورہ الکہف/آیت ۵۰ کا ٹکڑا ہے "کَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ" یعنی وہ (ابلیس) جنوں میں سے تھا، پس اپنے رب کے حکم کی اطاعت سے نکل گیا۔

(۸) سورہ طٰہٰ/آیت ۱۱۷، اور الاعراف کی آیت ۲۲ میں ارشاد ربانی کا ترجمہ یہ ہے "ہم نے آدم سے کہا کہ دیکھو، یہ (ابلیس) تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے۔ خیال رکھنا ایسا نہ ہو کہ وہ تم دونوں کو جنت سے نکلوائے کہ تو مصیبت میں پڑ جائے (طٰہٰ: ۲۰/۱۱۷) اور "تب ان کے رب نے انہیں (آدم وحوا کو) پکارا" کیا میں نے تمہیں اس درخت سے نہ روکا تھا اور نہ کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔"

(۹) "ہم نے اس سے پہلے آدم سے ایک عہد لیا تھا مگر وہ اس کو بھول گیا اور ہم نے اس میں عزم نہ پایا" (طٰہٰ: ۲۰/۱۱۵)۔ قصۂ آدم و ابلیس کی تمہید میں یہ آیت حضرت آدم کی غلطی کی نوعیت واضح کرتی ہے اور اس کے علاوہ قرآن مجید بار باران کی توبہ اور قبولیت توبہ کا ذکر کر کے عیسائیت کے ابن آدم کے گنہگار ہونے کی واضح تردید کرتا ہے۔

(۱۰) سورہ طٰہٰ کی آیت ۱۱۸ و ۱۱۹ ملاحظہ ہوں، ان کا ترجمہ ہے "یہاں (اس جنت میں) تو تمہیں (آدم وحوا کو) یہ آسائشیں حاصل ہیں کہ نہ بھوکے ننگے رہتے ہو، نہ پیاس اور دھوپ تمہیں ستاتی ہے"۔

(۱۱) سورہ طٰہٰ کی آیت ۱۲۰ میں ارشادِ الٰہی ہے "فَوَسْوَسَ اِلَیْهِ الشَّیْطٰنُ قَالَ یٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّکَ عَلٰی شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَ مُلْکٍ لَّا یَبْلٰی" لیکن شیطان نے اسے (یعنی آدم کو) پھسلایا، کہنے لگا، آدم، بتاؤں تمہیں وہ درخت جس سے ابدی زندگی اور لازوال سلطنت حاصل ہوتی ہے؟" سورہ الاعراف آیت ۲۰ و ۲۱ میں بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مضمون اس طرح پیش کیا گیا ہے "فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْءٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ" یعنی پھر شیطان نے ان دونوں کو بہکایا تاکہ ان کی شرمگاہیں جو ایک دوسرے سے چھپائی گئی تھیں ان کے سامنے کھول دے، اس نے ان سے کہا "تمہارے رب نے جو اس درخت سے روکا ہے اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ کہیں تم (دونوں) فرشتے نہ بن جاؤ یا تمہیں ہمیشگی کی زندگی حاصل نہ ہو جائے"۔ اور اس نے قسم کھا کر ان سے کہا کہ میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں"۔ اسی مضمون کو سورہ البقرہ ۲/ آیت ۲۶ میں اس طرح اجمالاً ادا کیا گیا ہے "فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ" یعنی "ان دونوں (آدم وحوا) کو شیطان نے بہکا کر وہاں (یعنی جنت) سے نکلوا ہی دیا (یا نکلوا کر ہی دم لیا)"۔

قصۂ آدم وابلیس سے متعلق قرآنی آیات کا لب لباب

گزشتہ سطور میں جو کچھ عرض کیا گیا اور تمام آیات قرآنی سے جو مترشح ہوتا ہے اس کا خلاصہ نکتہ وار اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے:

(۱) قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں حضرت آدمؑ اور بنی نوع آدم اللہ تعالیٰ کے زمین پر خلیفہ ہیں۔

(۲) حضرت آدمؑ کی پیدائش سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور ابلیس کو اپنے اس ارادہ اور فیصلہ (تقرر خلافت آدم) سے آگاہ بھی کر دیا تھا اور تسویۂ آدم کے بعد ان کو آدم کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم بھی دے دیا تھا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے جب خلافت آدم کا منصوبہ فرشتوں اور ابلیس کے سامنے پیش کیا تو فرشتوں نے اپنے کچھ اشکالات ظاہر کیے جس پر رب کائنات نے اپنی حکمتوں کا حوالہ دے کر نیز حضرت آدم کی علم اسماء کے ذریعہ ان پر برتری ثابت کر کے فرشتوں کو مطمئن کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں وابلیس کے سامنے تکریم آدم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور اس کی تخلیق میں اہتمام کے کئی اشارے بھی کر دیے تھے۔ مثلاً نفخ روح اور ید الٰہی سے تخلیق کا اظہار۔

(۴) ابلیس جو فرشتوں کی مجلس میں موجود تھا اور اللہ تعالیٰ کے اس حکمِ سجدہ کا مخاطب بھی بنایا گیا تھا، اس نے سجدہ نہیں کیا۔ جبکہ تمام فرشتوں نے آدم کو سجدہ کیا، یہاں یہ یاد رہے کہ ابلیس نے منصوبۂ خداوندی کو سن کر اعتراض تو درکنار کوئی اشکال بھی پیش نہیں کیا تھا بلکہ اپنے فیصلہ کو مجلس ملائکہ سے چھپائے رکھا تھا۔ حالاں کہ وہ کسی بھی مرحلے میں یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ اے میرے رب میرے نزدیک تجھی کو سجدہ کرنا تقاضائے عبودیت اور اخلاص بندگی ہے، لیکن وہ جانتا تھا کہ اطاعتِ خداوندی ہی جو ہر فرماں برداری ہے اور حکم خداوندی سے سرتابی کسی بندہ کے لیے کسی طرح جائز نہیں۔ اور اس کے ہر سوال و اشکال کا مسکت جواب خدائے تعالیٰ کے پاس موجود ہے۔

(۵) جب اللہ تعالیٰ کے واضح حکم کے باوجود اور سوالات کے تشفی بخش جوابات دیے جانے کے باوجود ابلیس نے سجدہ نہیں کیا تو بھی فوراً سزا کا حکم صادر نہیں ہوا بلکہ پہلے باز پرس ہوئی اور اس کو معذرت کا موقع فراہم کیا گیا۔ لیکن نہ اس نے اظہار ندامت کیا نہ اپنی غلطی تسلیم کی بلکہ حکم عدولی کی اور مالک الملک سے متکبرانہ انداز میں خطاب کیا کہ میں آدم سے بہتر ہوں کیونکہ مجھے آگ سے بنایا گیا ہے اور اسے خاک سے جب کہ آگ و خاک کی برتری و کم تری بھی کسی علم پر مبنی نہ تھی بلکہ وہ بھی نسبی و نسلی غرور پر ہی مبنی تھی۔ اس نافرمانیِ رب اور اظہار تکبر پر اسے راندۂ درگاہ کر دیا گیا اور اس سے کہا گیا کہ اس پُرتعیش اور آرام دہ جگہ یعنی جنت سے نکل جا کہ یہاں متکبر لوگ نہیں رہ سکتے۔ اس پر ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے "یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ" تک کی مہلت مانگی جو ایک حد تک قبول کر لی گئی نہ کہ پوری کیونکہ اس کو یہ مہلت "اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ" تک دی گئی ہے جو نفخۂ اولیٰ تک ہی ہے۔ (الحجر: ۱۵/۳۸)

(۶) مہلت مل جانے کے بعد بجائے اس کے کہ ابلیس کلمات تشکر ادا کرتا اس نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مزید گستاخانہ لہجہ میں اللہ تعالیٰ کو اپنی گمراہی کا ذمہ دار ٹھہرایا اور بارگاہ الٰہی میں یہ مزید چیلنج کردیا کہ وہ نہ صرف ہر طرح سے آدم اور اس کی ذریت کو صراط مستقیم سے بھٹکا کر رہے گا بلکہ یہ دعویٰ بھی کردیا کہ اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار نہ رہ سکیں گے۔ اس کے جواب میں رب العزت نے اپنا فیصلہ بھی ابلیس کو سنا دیا کہ میں تجھ سمیت سب ناشکروں کو جہنم سے بھردوں گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ وضاحت بھی فرمادی تھی کہ میرے بندوں پر تیرا ایسا زور نہیں چلے گا کہ تو جبراً کسی سے اپنی بات منوالے اور میرے مخلصین پر تو تیری چالوں اور وساوس کا اثر ہی نہ ہوگا۔ اس کے بعد پھر دوبارہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے ہبوط کا ذکر کرکے گویا اس کے نفاذ کا اعلان کیا۔

(۷) اس کے بعد آدم وحوا کے امتحان کے لیے بہترین حالات مہیا کرکے ان کا اس طور پر امتحان لیا گیا کہ ان دونوں میاں بیوی کو ایک ساتھ جنت میں آرام دہ سکونت اور فراوانیِ رزق ونعم فراہم کرکے ان کو صرف ایک درخت کے پھل کھانے سے روکا گیا۔ یہیں سے ابلیس کے آدم وحوا کے خلاف صراط مستقیم سے بہکانے کے اسباب مشیت ایزدی سے فراہم ہوئے لہٰذا ابلیس نے ساری خباثت ومکاری اور جھوٹ وفریب کے ہتھیاروں سے آدم وحوا کو بہکانا شروع کیا اور اس کے لیے متعدد حربے اختیار کیے۔ کبھی اس نے آدم وحوا کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ خلاق عالم نے شاید تمہیں اس درخت سے اس لیے روکا ہے کہ یہ حیاتِ جاوداں اور ہمیشگی کے حصول کا درخت ہے، کبھی اس نے یہ جھانسہ دیا کہ اس سے تم فرشتے بن جاؤ گے، کبھی اس نے یہ پٹی پڑھائی کہ یہی تو سلطنت لازوال کے حصول کی کنجی ہے۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ وہ خیرخواہ بن کر اور قسمیں کھا کر اپنی صداقت کا ڈھونگ رچاتا رہا یہاں تک کہ آدم وحوا کا رب العالمین کے حضور کیا ہوا عہد بھی بھلوا دیا اور اتنی بار اور اتنے عرصہ تک ابلیس نے اپنی کوشش جاری رکھی کہ انھیں حکم الٰہی سے غافل کردے۔ کچھ بعید نہیں کہ طویل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عرصہ گزرنے کے بعد اس نے کچھ نئے حربے بھی اختیار کیے ہوں مثلاً یہ کہ اس درخت کی پہچان میں اشتباہ پیدا کر دیا ہو یا یہ کہا ہو کہ اے آدم و حوا باری تعالیٰ کا وہ حکم تو شاید ابتدائی دور کے لیے تھا اب تو تم عقل بلوغ حاصل کر چکے ہو، یا یہ کہ رب کریم کی اپنے بندوں کی عطا و محبت کا تقاضہ ہے کہ وہ مکمل آزادی دے، اختیار کلی دے اور کوئی روک ٹوک نہ کرے۔ بہر حال اعلیٰ فطرت کے حامل، سادہ لوح اور پاکیزگی اور ارتقاء کے پیاسے اور عَلَّمَ الْاَسْمَاءَ اور جستجوئے حق (Curiosity) کے جذبات سے آراستہ حضرت آدم و حوا کو انہی اعلیٰ ترین خوبیوں کے حوالہ سے بہکاتے بہکاتے، پھسلاتے پھسلاتے اپنے ڈھب پر لے آیا۔ بالآخر انہوں نے ممنوعہ درخت میں سے کچھ کھالیا اور اس طرح ایک غلطی جانے یا ان جانے کر بیٹھے اور اپنے رب کی نافرمانی کے مرتکب قرار پائے۔

(۸) حضرت آدم و حوا کو بہکانے میں ابلیس کی توانائیاں زیادہ تر آدم علیہ السلام پر استعمال ہوئیں نہ کہ حضرت حوا پر جیسا کہ سورہ طٰہٰ میں ضمیر واحد مذکر میں اشارۂ خداوندی ہے نیز لازوال سلطنت و بادشاہی کا خواب حضرت آدم کے لیے بہ نسبت حضرت حوا کے زیادہ قرین قیاس ہے اور شوہر کے ہوتے ہوئے بیوی آج بھی اس منصب کے حصول کے لیے سبقت نہیں کر سکتی۔ ہاں بیشک دوسرے امور میں دونوں کو بیک وقت بہکانا سمجھ میں آتا ہے۔

(۹) حضرت آدم و حوا نے جیسے ہی اس درخت کا پھل کھایا بلکہ اس کو چکھا (فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ) ان کے جنتی لباس ان کے جسم سے اتر گئے اور وہ جنت کے درختوں کے پتوں سے اپنی شرمگاہوں کو چھپانے لگے۔ یہاں بھی حوا کے ہاتھوں اس درخت کے پھل کھانے اور نتیجتاً ستر کھل جانے کے بجائے دونوں کا ایک ساتھ پھل کھانا زیادہ قرین قیاس ہے کیونکہ قرآن کا یہ بیان اہم اور قابل غور ہے کہ ''فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ '' (الاعراف:۷/۲۲)۔ یہاں نہ صرف قرآن درخت سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چکھنے والوں کے لیے مثنی کے صیغے استعمال کرتا ہے بلکہ ایک دوسرے کے روبرو دونوں کے ستر کھلنے کا ذکر بھی کرتا ہے۔ مزید برآں قرآنی بیان کے مطابق شیطان کے بہکانے کا مقصد بھی یہی تھا کہ ان کی شرم گاہیں ایک دوسرے کے سامنے کھل جائیں (الاعراف: ۲۰۷ اور ۲۷) لہٰذا وہ اپنے مقصد میں ایک حد تک تو کامیاب ضرور ہوا مگر اس کو مکمل کامیابی نصیب نہ ہو سکی کیوں کہ آدم وحوا کی فطری حیا نے ان کو ذلت و رسوائی سے بچا لیا۔ مزید برآں ندائے رب اور اس کی یاد دہانی پر انہوں نے ندامت و شرمساری کے ساتھ سچی توبہ کر کے تَوّابٌ وَرَحِیْمٌ پروردگار عالم کے غیض وغضب کو ٹھنڈا کر دیا اور آدم وحوا کے تعلق سے ابلیس کو ایک بار پھر ذلت وخواری کا منہ دیکھنا پڑا۔

(۱۰) قبولیت توبہ کے بعد حضرات آدم وحوا کو حکم خداوندی ہوا کہ اب تم سب بشمول ابلیس زمین پر اترو کہ وہیں تمہارا مستقر (ٹھکانہ) اور وہیں کچھ وقت خاص تک رہنا سہنا ہوگا۔ اور زمین پر اترنے سے پہلے ایک بار پھر حضرت آدم وحوا کو متنبہ کر دیا اور یاد دہانی کرادی کہ تمہارے اور ابلیس کے درمیان عداوت کسی طرح کم نہیں ہوئی ہے بلکہ بنیادی طور پر یہ رشتۂ عداوت قائم ہے اور اس دنیا میں شیطان کو مزید سہولتیں ملی ہیں اور آدم اور اولاد آدم کے لیے جنت کی سہولتیں اٹھالی گئی ہیں البتہ انہوں نے (یعنی آدم وحوا نے) اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کی ہے اور مغفرت ورحمت کے لیے التجا کی ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک اور امتحان کا موقع عنایت کر دیا ہے۔ اس دوسرے امتحان میں خصوصاً شیطان اور اس کے قبیلہ کو انسانی آنکھوں سے اوجھل بھی کر دیا گیا ہے تاکہ اُن کو بنی آدم کے بہکانے میں آسانی ہو اور دنیوی عدالتوں میں اس پر کوئی الزام بھی عائد نہ ہو سکتا ہو اور وہ اپنے ایجنٹوں کا دنیا میں ہر جگہ جال بچھادے جو اس کو جلوت میں بھی بہکائیں اور خلوت میں بھی نہ چھوڑیں، غیروں کی شکل میں بھی عداوت کا ایجنڈا پایۂ تکمیل کو پہنچائیں اور ازواج واولاد اور اپنے بن کر بھی اس کی ہلاکت کی راہیں استوار کریں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہاں یہ یاددہانی مناسب رہے گی کہ نوری مخلوق یعنی فرشتوں کا ایک ہی امتحان کافی تھا جس میں وہ کامیاب قرار پا چکے اور ناری مخلوق میں ابلیس کا بھی پہلا امتحان ہی کافی ہے جس میں وہ فیل ہو گیا اور وہ اسی پر مطمئن ہے۔ ہاں البتہ دوسرے اجنہ جو رب کائنات کے نزدیک ایک اور امتحان کے مستحق تھے ان کو بنی آدم کی طرح ایک اور موقع عنایت کر دیا گیا ہے کہ وہ اپنے ایمان و عمل سے جنت کا استحقاق ثابت کریں۔

(۱۱) بنی آدم کے ارضی امتحان کو ماحولیاتی اور مادی سطح پر تو قدرے زیادہ پُر مشقت بنا دیا گیا کہ وہ بھوک و پیاس اور گھر اور لباس کا خود انتظام بھی کرے اور امتحان سے بھی گذرے، البتہ کلام اللہ اور پیغمبران خدا کے توسط سے ان کی رہنمائی کا اہتمام کیا گیا۔ یہ بنی نوع انسان پر اللہ کی مزید عنایت و رحمت ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ گواہ ہے کہ ''قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (البقرہ:۲/۳۸)اور ''قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ (طٰہٰ:۲/۱۲۳)

بعض وضاحت طلب امور

اس قصہ کے تعلق سے جو اہم سوالات پیدا ہوتے ہیں یا واقعات کے دوران وضاحت طلب امور ہیں یا جن پر قرآن مجید میں کوئی واضح تفصیل نہیں ملتی وہ درج ذیل ہیں:

(۱) خلیفہ سے کیا مراد ہے؟

(۲) خلافت ارضی جو حضرت آدم کے لیے مقدر تھی وہ کیا ہے؟

(۳) 'عَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا' میں کیا چیزیں شامل ہیں اور اس علم کا مقصد کیا تھا؟

(۴) کیا وسوسۂ شیطان کے لیے اس کی وہاں موجودگی بھی ضروری ہے؟

(۵) جس جنت میں حضرت آدم و حوا رکھے گئے کیا وہی جنت بنی آدم کے لیے جنت موعودہ ہے؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(٦) ھبوط آدم و ابلیس سے کیا مراد ہے؟
(٧) ابلیس اور شیطان کے لغوی معنی اور حضرت آدم کو سجدہ کرنے کی فقہی نوعیت کیا بنتی ہے؟

(١) اس قصہ میں جو سب سے زیادہ اہم اور وضاحت طلب اصطلاح ملتی ہے وہ ''خلیفہ، کی ہے اور قرآن ''اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً'' کا فرشتوں کے سامنے اعلان کرتا ہے لہٰذا سوال یہ ہے کہ آیا اس سے مراد اس زمین پر پہلے سے پائی جانے والی مخلوق خدا، جس کے لیے بعض لوگوں کا دعویٰ ہے کہ وہ جنات تھے، ان کا جانشین اور ان کی جگہ لینے والی مخلوق سے ہے یا اس سے مراد'' خَلِیْفَةُ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ ''یعنی اللہ تعالیٰ کا اس زمیں میں اپنا نائب (Vice Regent and Deputy) مقرر کرنا ہے۔ دوسرے یہ کہ کیا اس میں حضرت آدم بحیثیت خاص فرد مراد ہیں یا آدم بحیثیت خاکی مخلوق مراد ہیں جس میں ان کی اولاد یعنی بنی نوع آدم بھی شامل ہے۔ یہ سوالات اس لیے بھی اہم ہیں کہ آیا اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا اعلان کے بعد فرشتوں کو آدم کے سامنے سجدہ کا حکم دے کر یا اس اعلان سے پہلے ہی سجدہ کا حکم دے کر آدم کی انفرادی فضیلت ثابت کرائی ہے یا بنی آدم یعنی خاکی مخلوق کی خلافتی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے تعاونِ ملائکہ کے حکم کو استعاراتی زبان میں ادا کیا ہے جس میں فضیلت بنی آدم خلیفۃ اللہ فی الارض کی حیثیت سے ثابت ہوتی ہے۔ ان امور میں تجزیہ کرنے پر قرآن مجید کی روشنی میں جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ یہ کہ بے شک جنات آدمؑ سے پہلے پیدا کیے گئے مگر یہ خیال کہ وہ پہلے اس زمین پر خلیفہ بنائے گئے تھے کسی طرح قرآن سے ثابت نہیں ہاں البتہ وہ ایک مکلّف مخلوق کی حیثیت سے روز اول سے موجود ہیں اور آج بھی ان سے یہ اعزاز نہیں چھنا۔ دوسرے یہ کہ ناری مخلوق جس میں ابلیس بھی شامل ہے، اس خلافت کے عہدہ کے لیے آدم کے مقابلہ میں اپنا دعوئے برتری ''اَنَا خَیْرٌ مِنْهُ'' کسی طرح پیش نہیں کر سکتا تھا اگر آدم کی پیدائش سے پہلے اَجِنَّہ خلافت ارضی کے منصب پر فائز ہوتے تو کیوں کر اس کی یہ لچر بات مجلس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ملائکہ میں بھی باعث مزاح اور باعث ذلت بنتی۔

اسی طرح سورہ الاعراف میں اس قصہ کی ابتدا اس طرح کرنا کہ ''وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا '' آدم کو بحیثیت فرد پیش کرنے کے بجائے بحیثیت نوع و جنس پیش کرنا زیادہ مناسب تاویل لگتی ہے۔ مزید برآں سورہ الحجر اور سورہ صٓ میں بجائے آدم کے بشر کی تخلیق کا اعلانِ خداوندی کے ساتھ یہی واقعہ بیان کیا گیا ہے یعنی آدم کی جگہ بشر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو کسی طرح بھی اسم جنس کے بجائے اسم ذات کے لیے استعمال نہیں ہوتا۔ اس بحث کا لب لباب یہ ہے کہ قرآن مجید کی روشنی میں خلیفہ سے مراد کوئی خاص منصب ہے جو نہ صرف حضرت آدم کو بحیثیت فرد عطا ہوا ہے بلکہ بحیثیت بنی نوع بشر اور بنی نوع انسان بھی اُن کو ملا ہے اور یہ منصب یک گونہ فضیلت کا بھی حامل ہے۔ زیر مطالعہ تفاسیر کا یہی ترجیحی رجحان محسوس ہوتا ہے۔

(۲) خلافت ارضی جو حضرت آدم کے لیے مقدر تھی وہ کیا ہے؟ عام طور سے ارض سے مراد یہ زمین لی جاتی ہے مگر قرآن مجید میں سورہ الانبیاء کی آیت ۱۰۵، ''اِنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ''یعنی یقیناً الارض کے وارث میرے نیک بندے ہی ہوں گے'' کے بارے میں اکثر مفسرین اس کو ''جنت کی وراثت'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ لہٰذا جب دونوں معنوں کا احتمال ہے تو قصہ آدم و حوا میں بھی ''خلیفۃ فی الارض'' کی اصطلاح تحقیق طلب ہے۔ اس سلسلہ میں ہم یہاں صاحب تفہیم القرآن کی رائے پیش کرتے ہیں مولانا مودودیؒ سورہ طٰہٰ کی متعلقہ آیات کے حاشیہ میں فرماتے ہیں ''یہ قصہ جس طریقہ سے یہاں اور قرآن کے دوسرے مقامات پر بیان ہوا ہے اس پر غور کرنے سے میں یہ سمجھا ہوں (واللہ اعلم بالصواب) کہ زمین کی اصل خلافت وہی تھی جو آدم علیہ السلام کو ابتداءً جنت میں دی گئی تھی۔ وہ جنت ممکن ہے کہ آسمانوں میں ہو اور ممکن ہے کہ اِسی [illegible] بیان کی گئی ہو۔ بہر حال [illegible] اللہ تعالیٰ کا خلیفہ اس شان سے رکھا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گیا تھا کہ اس کے کھانے پینے اور لباس و مکان کا سارا انتظام سرکار کے ذمہ تھا اور خدمات گار (فرشتے) اس کے حکم کے تابع تھے۔ اس کو اپنی ذاتی ضروریات کے لیے قطعاً کوئی فکر نہ کرنی پڑتی تھی، تا کہ وہ خلافت کے بزرگ تر اور بلند تر وظائف ادا کرنے کے لیے مستعد ہو سکے۔ مگر اس عہدے پر مستقل تقرر ہونے سے پہلے امتحان لینا ضروری سمجھا گیا۔ اس امتحان کے بعد آدم اور ان کی اولاد کو مستقل خلافت پر مامور کرنے کے بجائے آزمائشی خلافت دی گئی۔ اب جو لوگ اس آزمائشی خلافت میں کامیاب ٹھہریں گے انہیں کو پھر مستقل خلافت، اس دائمی زندگی اور لازوال سلطنت کے ساتھ، جس کا لالچ دے کر شیطان نے خلاف ورزی کرائی تھی، عطا کی جائے گی۔ اس وقت یہ پوری زمین جنت بنا دی جائے گی اور اس کے وارث خدا کے وہ صالح بندے ہوں گے جنھوں نے آزمائشی خلافت میں طاعت پر قائم رہ کر، یا بھول ہونے کے بعد بالآخر طاعت کی طرف پلٹ کر اپنی اہلیت ثابت کر دی ہوگی۲۔'' مولانا مودودی کی اس دلچسپ تعبیر خلافت ارضی کے علاوہ بعض اور مفسرین بھی اس جنت جس میں حضرت آدم وحوا اس دنیا میں آنے سے قبل رکھے گئے اور وہ جنت جو ایمان و عمل صالح کی جزا اور اللہ تعالیٰ کے انعام کے بطور ملے گی، ان دونوں جنتوں میں فرق کرتے ہیں۔ پہلی جنت میں انسانی احتیاج کے بقدر آرام و آسائش کے سامان تھے اور اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ بلا کسی ذہنی تناؤ کے امتحانی پرچہ دیں اس لیے اسکو وہ دار الابتلاء اور دار التربیہ قرار دیتے ہیں جبکہ قیامت کے بعد مومنوں کو ملنے والی جنت کو دار الجزا اور دار النعیم بتاتے ہیں۳۔

مولانا امین احسن اصلاحی اپنی تفسیر تدبر قرآن میں ''اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً'' کے ذیل میں ''خلافت ارضی'' سے اس زمین کی خلافت مراد لیتے محسوس ہوتے ہیں۔ فرماتے ہیں ''خلیفہ بنانے کا مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو زمین کے انتظام وانصرام کے معاملہ میں کچھ اختیارات دے کر یہ دیکھے گا کہ انسان ان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اختیارات کو خدا کی مرضی کے مطابق استعمال کرتا ہے یا خلافت پا کر وہ مطلق العنان بن جاتا ہے اور اپنی من مانی کرنے لگ جاتا ہے۔ یہ گویا اصل حکمرانی کی طرف سے ایک نائب مقرر کیے جانے کی شکل ہوئی اور اس نائب کے تقرر کی ضرورت یہ نہیں تھی کہ اصل حکمراں کو غائب یا غیر حاضر ہونا تھا بلکہ اس نائب کو کچھ اختیارات دے کر مقصود اس کی اطاعت و وفاداری کا امتحان کرنا تھا[41]۔

ایک اور دلچسپ بات یہ ہے کہ مولانا مودودی سورہ البقرہ کی آیت ۳۸، ''قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعاً، فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى '' کے حاشیہ نمبر ۵۳ کے آخر میں فرماتے ہیں کہ ''.......اب جو جنت سے نکلنے کا حکم پھر دہرایا گیا تو اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ قبولِ توبہ کا یہ مقتضی نہ تھا کہ آدم کو جنت ہی میں رہنے دیا جاتا اور زمین پر نہ اتارا جاتا۔ زمین ان کے لیے دار العذاب نہ تھی، وہ یہاں سزا کے طور پر نہیں اتارے گئے، بلکہ انہیں زمین کی خلافت ہی کے لیے پیدا کیا گیا تھا۔ جنت ان کی اصل جائے قیام نہ تھی۔ وہاں سے نکلنے کا حکم ان کے لیے سزا کی حیثیت نہ رکھتا تھا۔ اصل تجویز تو ان کو زمین ہی پر اتارنے کی تھی۔ البتہ اس سے پہلے ان کو اس امتحان کی غرض سے جنت میں رکھا گیا تھا، جس کا ذکر اوپر حاشیہ ۴۸ میں کیا جا چکا ہے۔ محولہ بالا البقرہ کے حاشیہ نمبر ۴۸ کا ابتدائی حصہ اس طرح ہے''.....اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین، یعنی اپنی جائے تقرر پر خلیفہ کی حیثیت سے بھیجے جانے سے پہلے ان دونوں کو امتحان کی غرض سے جنت میں رکھا گیا تھا تاکہ ان کے رجحانات کی آزمائش ہو جائے۔ اس آزمائش کے لیے ایک درخت کو چن لیا گیا اور حکم دیا گیا کہ اس کے قریب نہ پھٹکنا......''۔ مولانا کے ان دونوں بیانوں کی روشنی میں قارئین کے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ کس جائے تقرر پر آدم کی حیثیت اصل خلیفہ کی نہیں ہے ''کیونکہ یہاں وہ فرما رہے ہیں کہ انہیں زمین کی خلافت ہی کے لیے پیدا کیا گیا تھا، جنت ان کی اصل جائے قیام نہ تھی''۔ اور وہ یہ بھی فرما رہے ہیں کہ ''زمین، یعنی اپنی جائے تقرر پر خلیفہ کی حیثیت سے بھیجے جانے سے پہلے ان دونوں کو امتحان کی غرض سے جنت میں رکھا گیا تھا''۔ جبکہ سورہ طٰہٰ کی تفسیر کے ذیل میں ان کی اقرب الی الصواب رائے ہے کہ ''زمین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی اصل خلافت وہی تھی جو آدم علیہ السلام کو ابتداءً جنت میں دی گئی تھی۔ وہ جنت ممکن ہے آسمانوں میں ہو اور ممکن ہے کہ اسی زمین پر بنائی گئی ہو۔'' ان تینوں مقامات کے خط کشیدہ الفاظ کی روشنی میں سوال یہ ہے کہ کہ اگر اُس جنت میں انہیں دراصل امتحان کی غرض سے رکھا گیا تھا تو کیا اسی جنت میں وہ خلیفہ کے اصل مقام پر فائز تھے اور اس دنیا میں مجازی طور پر یا ثانوی درجہ میں خلیفہ تھے لیکن تب یہ کہنا کہاں تک صحیح ہوگا کہ ''انہیں زمین کی خلافت ہی کے لیے پیدا کیا گیا تھا۔ جنت ان کی اصل جائے قیام نہ تھی''۔ مولانا کا جنتِ ارضی پر آدم کی حقیقی خلافت قائم کرنے کا تصور دلچسپ و پرکشش تو ضرور ہے مگر اس کی تائید کے لیے قرآن وسنت اور آثار صحابہ سے ٹھوس شواہد نہیں ملتے۔

(۳) ''عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّهَا'' میں کون کون سے علوم اور کیسی معلومات مراد ہیں؟ اس قصہ کے تناظر اور زیر بحث آیت کے سیاق وسباق میں ''علم اسماء'' کا تعلق آدم کی خلافت فی الارض کی ذمہ داریاں ادا کرنے اور فرشتوں کے اس اشکال کے جواب میں مضمر ہونا چاہیے کہ وہ فساد اور خوں ریزیاں مچا سکتا تھا۔ لٰہذا جہاں تک پہلے حصہ یعنی خلافت کی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی ادا کرنے کے لیے علم کی ضرورت ہے اس سے کس کو انکار ہوسکتا ہے ہاں بے شک علم کے ساتھ اسماء کی اضافت یہاں قابل غور وتحقیق ہے اور جہاں تک فساد وخوں ریزی کا تعلق ہے ان کے سد باب، اور بچاؤ کے لیے اشیاء کی ذات اور آثار وخواص کا علم اتنا اہم محسوس نہیں ہوتا جتنا اپنے جذبات پر قابو پانے اور اپنے نقصان و فائدہ کی صحیح معرفت سے ہے نیز اپنے رب کی رضامندی اور ناراضگی اور اس پر مبنی اصل نتائج مرتب ہونے کے علم ویقین کا معاملہ ہے۔ مزید برآں تاریخ انسانی اور آثار کائنات کا علم اس معاملہ میں زیادہ معاون ثابت ہوسکتا تھا جو اس کو یہ یاد دلاتا رہتا کہ فساد وخوں ریزی خود اس دنیا کی ترقی اور اس کی بقا و سلامتی کے لیے بھی بہرحال مضر ہے جس کے لیے 'عَلَّمَ بِالْقَلَمِ' اور 'عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ' ہی مناسب ترین ذریعہ علم ہوسکتا ہے جو علم اسماء اور علم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہدایت دونوں کی مثال ہے۔ اور شاید یہ سمجھنا بھی غلط نہ ہوگا کہ فساد و خوں ریزی کے خلاف خدائی انتظام کے ذیل میں علم سے زیادہ اخلاق کا رول ہے تو خلافت کی ذمہ داریاں کما حقہ ادا کرنے کے لیے اخلاق سے زیادہ علم کا وزن ہے، بحیثیت مجموعی خصوصی علم و اخلاق یا صلاحیت و صالحیت دونوں اوصاف کی حامل مخلوق خلافت ارضی کی زیادہ مستحق ہو سکتی تھی۔

(۴) اب ہمیں ان آیات کی مطلوبہ صفات حضرت آدمؑ میں تلاش کرنی چاہئیں جس کا جامع عنوان ''عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا '' ہے جس کی تفسیر ' ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ' کے ٹکڑے میں بھی ضرور موجود ہونی چاہیے۔ چنانچہ امام ابن جریر، مولانا امین احسن اصلاحی اور بعض دوسرے مفسرین ''ھُم'' کی ضمیر پر خصوصی توجہ دلاتے ہوئے اسماء کا دائرہ انسانوں تک وسیع کرتے ہیں۔ چنانچہ مولانا امین احسن اصلاحی کے نزدیک ''عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا '' سے مراد آدم کی ذریت کے ہی نام ہیں۵۔ جب کہ مولانا عبدالماجد دریابادی ''ھُم'' کی تشریح میں تمام مخلوقات وموجودات (بشمول انسان) مراد لیتے ہیں۶۔ اس تفسیر کی تائید میں عقلی دلائل تو ہیں ہی، آگے بھی 'ذوی العقول' ہی کی ضمیروں کا استعمال مثلاً هٰؤُلَاءِ، اَنْبِئْهُمْ ، اَسْمَاءَ هُمْ ، بھی ان کی آراء کو تقویت پہنچاتا ہے البتہ یہاں یہ بحث باقی رہتی ہے کہ فرشتوں نے مذکورہ استفہام سجدہ کے بعد پیش کیا یا پہلے؟ مندرجہ بالا بحث کو اگر آگے بڑھائیں تو ''عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا'' کے بعض نئے پہلو اور کچھ نئے سوالات ابھرتے ہیں۔ لیکن ان سے پہلے دوبارہ یہ عرض کر دیں کہ قرآن مجید کی آیت کے اس ٹکڑے میں فرشتوں کے اندیشہ ' فساد و خوں ریزی کا جواب بھی غالباً مضمر ہے اور خلافت ارضی کی ذمہ داریوں سے بحسن وخوبی عہدہ برآ ہونے کے ناگزیر ہتھیار (Essential Weapon /Tool) سے مسلح کرنا بھی مقصود ہونا چاہئے۔ گویا کہنا یہ ہے کہ نہ صرف اس ذاتِ باری تعالیٰ نے فساد وخوں ریزی سے بچاؤ اور سد باب کا انتظام کر دیا ہے بلکہ چونکہ ''خلافت فی الارض'' کے تقاضوں اور مصلحتوں سے وہ پوری طرح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

واقف ہے لہٰذا وہ تمام صلاحیتیں اس نے آدم میں فطری طور پر ودیعت کر دی ہیں جو اس خاص منصب کی اہلیت کے لیے ضروری ہیں لہٰذا الاسماء کلھا کے ساتھ ساتھ ذوی العقول موجودات کے صیغوں کا استعمال اس آیت کی معنوی جامعیت کی طرف اشارہ کرتا ہے، یعنی یہ کلمہ خلافت کے دائرہ کار سے متعلق تمام چیزوں اور شخصیات کے خواص و اوصاف کی علامت اور ایک لطیف استعارہ ہے۔ مزید برآں ان شخصیات میں ذریت آدم کے صلحاء و مصلحین خصوصاً انبیاء کرام کو فرشتوں کے سامنے پیش کرنا ہے جو اس فساد و خوں ریزی کو مٹانے کے لیے بھی تشریف لائیں گے۔ البتہ جن لوگوں نے 'کلھا' کو کامل، مطلق اور غیر مشروط مانا ہے اور ''اسماء کلھا'' کا اطلاق جملہ اشیاء کے آثار و خواص پر کیا ہے ان سے ہمارا یہ سوال ہے کہ حضرت آدم و حوا کو جس درخت سے روکا گیا تھا کیا اس کے خواص کا علم بھی ان کو ملا تھا؟ اگر اس کا علم ان کو ملا تھا تو ابلیس کے فریب میں وہ کیوں آ گئے۔ ان کو ابلیس کے وسوسہ اندازی کے جواب میں یہ کہنا تھا ''عَلَّمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا'' کا حامل تو میں ہوں اور تو مجھے اس درخت کے بارے میں مختلف باتیں بتا رہا ہے جو خود تیری جہالت کی دلیل ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ ان کو ممنوعہ درخت کے اوصاف کا علم نہیں ملا تھا تو کیا پھر علم اسماء کا دائرہ آدم کی دنیوی زندگی ہی سے متعلق تھا، جنت کی ابتلائی زندگی سے نہیں۔ یہ خیال تو ہمارے نزدیک بالکل ناقابل التفات ہے کیوں کہ اسی جنت میں وہ فرشتوں کے سامنے ان چیزوں کے نام بتا رہے ہیں جو ان کا رب ان کے سامنے لا رہا ہے تو بعد میں موجودات جنت کے خواص کے سلسلہ میں ان کے علم کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا تھا۔

بائبل ''کتاب پیدائش، آیت ۱۷ میں اس درخت کو خیر و شر کا درخت کہا گیا ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اس درخت کے قریب حیات کا درخت تھا۔ اس انجیلی بیان کی معنویت قرآن مجید کے قصہ آدم و ابلیس میں بالکل سمجھ میں نہیں آتی اور نہ کہیں ممنوعہ درخت کے اوصاف و خواص کا پیشگی کوئی اشارہ قرآن حکیم میں پایا جاتا ہے۔ دراصل اس درخت کے پھل چکھنے پر آدم و حوا کا برہنہ ہونا اس درخت کے خواص کا نتیجہ نہ تھا، خواہ وہ کوئی بھی ممنوعہ چیز ہوتی اس کا نتیجہ یہی نکلنا تھا۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ بھی ان کی غلطی پر اس طرح متنبہ کرتا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ ” أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَأَقُل لَّكُمَا إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْن “ (الاعراف: ۲۲/۷) (کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت سے نہ روکا تھا اور نہ بتایا تھا کہ شیطان تم دونوں کا کھلا دشمن ہے)۔ دوسرے یہ کہ خیر وشر کا تعلق اعمال کے ثمرات سے ہے یا انفرادی کیفیت قلبی سے، جس کی عمل سے پہلے کوئی حقیقت نہیں۔ مزید برآں وہ درخت حضرت آدم وحوا کے لیے اس وقت خیر کا سبب تو ہرگز نہیں بنا کیوں کہ اس کے سبب وہ جنت سے بہر حال نکالے گئے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ظہور ہوا اور ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ اس کا کھانا ان کے لیے باعث شر ہی ہوا کیونکہ توبہ آدم نے ممکنہ ظہور شر کو بھی مٹا دیا۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ علم اسماء کا خلافت کی ذمہ داریوں اور فساد وخوں ریزی سے بچاؤ میں رول تو بدیہی طور پر ثابت ہے ہاں البتہ اگر اس کو انبیاء و مصلحین کے ناموں کے علم پر مزید آدم کی کوئی خصوصی علمی صلاحیت مانا جائے تو وہ حقیقت اشیاء کے بجائے اسماء اشیاء کا علم تھا جس کے ہوتے ہوئے وہ ابلیس کے فریب میں آگئے۔ نیز اس علم کے ہوتے ہوئے غلطی کرنے کا امکان بھی باقی رہتا تھا کیونکہ وہ ناکافی بھی تھا جس کو بعد میں علم ہدایت نے مکمل کیا۔ اب اسی علم اسماء کی بحث کو آگے بڑھائیں اور غور کریں کہ اگر علم اسماء سے صرف ذریت آدم میں پائے جانے والے انبیاء مصلحین کے نام پیش کرنا ہی مراد ہوں تو اس میں آدم کی فرشتوں پر کوئی فضیلت قائم نہیں ہوتی جبکہ اسی قصہ میں ”نَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي“ اور ”خَلَقْتُ بِيَدَيَّ نیز أَرَأَيْتَكَ هٰذَا الَّذِي كَرَّمْتَ عَلَيَّ (بنی اسرائیل: ۶۲/۱۷) جیسے کلمات کی روشنی میں آدم علیہ السلام کی فضیلت و کرامت مسلّم ہے۔ علاوہ ازیں یہ مسئلہ اس لیے بھی بنیادی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ ابلیس حضرت آدم علیہ السلام کے مقابلہ میں اپنی فضیلت کا دعویدار ہے اور حضرت آدم کو حقیر مخلوق بتاتا ہے۔ ان تمام گزارشات اور قرآنی اشارات کی روشنی میں کرامت اور فضیلت آدم کی تخفیف درست نہیں۔

مولانا امین احسن اصلاحی صاحب حضرت آدم کی فضیلت کا سبب غالباً علم اسماء کے بجائے ”نَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي“ ہی تسلیم کرتے ہیں چنانچہ سورہ الحجر/آیات ۲۸-۲۹ کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں ”ان آیات سے ایک بات تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آدم کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم آدم کی تخلیق سے پہلے ہی دیا تھا۔ دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ سجدہ کے اس حکم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ وضاحت بھی تھی کہ یہ سجدہ اس وقت کیا جائے جب میں آدم کا تسویہ یعنی اس کو تمام قوتوں اور صلاحیتوں سے آراستہ کرلوں اور اس کے اندر اپنی روح پھونک لوں۔ اس سے یہ بات از خود واضح ہو جاتی ہے کہ انسان کو جو کچھ شرف وفضیلت حاصل ہے وہ تمام تر ان قوتوں اور صلاحیتوں اور اس روح یزدانی کی بدولت ہے جو اسی کو ودیعت ہوئی ہے۔ اگر انسان ان کی حفاظت کرے اور ان کو ترقی دے تو وہ مسجود ملائک ہے اور اگر ان کو برباد کردے تو پھر وہ نہ صرف ایک حیوان بلکہ حیوانات سے بھی فروتر ہے۔ ''وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُوْحِی'' سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ انسان کے اندر ایک نور یزدانی (Divine Spark) بھی ودیعت ہوا جو اس کے تمام روحانی کمالات کا سرچشمہ ہے اور اسی کے واسطہ سے وہ خدا سے جڑتا ہے بشرطیکہ وہ اس کی پوری پوری حفاظت کرے۔ اگر وہ اس کو ضائع کردے تو وہ ایک بے چراغ گھر ہے جس کے اندر صرف تاریکی ہی تاریکی ہے''۔ ان آیات کی روشنی میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا اصلاحی کے نزدیک آدم کو جو روح ملی تھی وہ فرشتوں اور جنوں کے پاس نہیں تھی۔ لیکن اس روح کے ودیعت کرنے کا اصل مقصد وہ واضح نہیں کرتے اور انسانی قوتوں اور صلاحیتوں کو اس روح یزدانی سے الگ تسلیم کرتے محسوس ہوتے ہیں۔ لہٰذا عَلَّمَ الْاَسْمَاءَ اور روح یزدانی ان کے نزدیک یا تو دو مستقل امتیازاتِ آدم ہیں یا علم اسماء وقتی طور پر فرشتوں کے استفہام پر ان کو عنایت کیا گیا، یہ ان کی مستقل صلاحیت کا حصہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وقتی طور پر ان سے ان کی ذریت کے نام کہلوادیے یا یوں کہیں کہ جیسے باپ کو اپنی اولاد کے نام معلوم ہوتے ہیں اسی طرح انہوں نے اپنی صالح ذریت کا فرشتوں سے تعارف کرادیا۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ پھر آدم کی خلافت ارضی کے تعلق سے فرشتوں کا سوال ہی بے معنی ہو جاتا ہے۔ مولانا فرشتوں کے اس سوال کے تشفی بخش جواب کے لیے اتنا زور دیتے ہیں جب کہ اس کا ایک جواب ''اِنِّی اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ'' کی شکل میں ملائکہ کو دیا جاچکا تھا لیکن اس علم اسماء کو باقاعدہ ایک مستقل صلاحیت ماننے سے گریزاں لگتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ہماری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حقیر رائے ہے کہ 'اَلْاَسْمَاءَ کُلَّهَا'' اشیاء کے نام اور ذریت آدم کے نام دونوں کا جامع اشارہ ہے جس کا تعلق خلافت آدم سے بھی ہے تخلیق آدم کے اہتمام سے بھی اور فرشتوں کے سوال کے مسکت جواب سے بھی۔ گویا 'عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّهَا' قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت اور اس کے اعجاز کا ایک بین ثبوت ہے۔

(۴) کیا وسوسۂ شیطان کے لیے اس کا بہ نفس نفیس موجود ہونا ضروری ہے؟ اس سوال کا جواب اس مقالہ کی ابتدا ہی میں ایک حقیر رائے کی حیثیت میں دیا جا چکا ہے البتہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں تفسیری آرا بھی سامنے آ جائیں۔ مفتی شفیع عثمانی اپنی تفسیر معارف القرآن میں اس مسئلہ کو باقاعدہ زیر بحث لائے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں ''یہاں ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ جب شیطان کو سجدے کے انکار کی بنا پر پہلے ہی مردود کر کے جنت سے نکال دیا گیا تھا تو یہ آدم وحوا کو بہکانے کے لیے جنت میں کیسے پہنچا؟ اس کا بے غبار جواب یہ ہے کہ شیطان کے بہکانے اور وہاں تک پہنچنے کی بہت سی صورتیں ہوسکتی ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بغیر ملاقات کے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ شیطان جنات میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے جنات کو بہت سے ایسے تصرفات پر قدرت دی ہے جو عام طور پر انسان نہیں کر سکتے، ان کو مختلف شکلوں میں متشکل ہو جانے کی بھی قدرت دی ہے، ہوسکتا ہے کہ اپنی قوت جنیہ کے ذریعہ مسمیریزم کی صورت سے آدم وحوا کو متاثر کیا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دوسری شکل میں مثلاً سانپ وغیرہ کی شکل میں متشکل ہو کر جنت میں داخل ہو گیا ہو اور شاید یہی سبب ہوا کہ آدم علیہ السلام کو اس دشمن کی طرف دھیان نہ رہا البتہ قرآن مجید کی آیت ''وَقَاسَمَهُمَا اِنِّیْ لَکُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ'' (الاعراف: ۲۱/۷) سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ شیطان نے صرف وسوسہ اور ذہنی اثر ڈالنے سے کام نہیں لیا، بلکہ آدم وحوا سے زبانی گفتگو کر کے اور قسمیں کھا کر متاثر کیا ۸۔

مولانا امین احسن اصلاحی صاحب تدبر قرآن میں سورہ طٰہٰ کی آیت ۱۲۰ کے تحت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فرماتے ہیں ''ابلیس اگر چہ استکبار اور حکم خداوندی کی نافرمانی کے باعث جنت سے راندہ ہو چکا تھا لیکن اس نے قیامت تک کے لیے آدم اور اولادِ آدم پر اپنا چلتر آزمانے کے لیے اللہ تعالیٰ سے مہلت حاصل کر لی تھی اس وجہ سے وہ حضرت آدم کے پاس جنت میں بھی وسوسہ اندازی کے لیے پہنچ گیا اور ان کو سمجھایا کہ ایک خاص درخت کے پھل سے جو تمہیں روک دیا گیا ہے اس کا راز یہ ہے کہ ابدی زندگی اور ابدی بادشاہت کا درخت وہی ہے......''۹۔ سورہ الاعراف آیت/۲۰ کے ذیل میں بھی فرماتے ہیں ''ہر چند شیطان مردود قرار پا کر جنت سے نکالا جا چکا تھا لیکن اوپر گزر چکا ہے کہ اس نے آدم اور اولادِ آدم کو ورغلانے اور بہکانے کے لیے مہلت حاصل کر لی تھی۔ اس مہلت کے سبب سے معلوم ہوتا ہے، اس کو آدم و حوا تک پہنچنے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی چنانچہ اس نے فائدہ اٹھایا اور وسوسہ اندازی کے لیے آدم کے پاس پہنچ گیا۱۰۔ مولانا شبیر عثمانی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں'' کہتے ہیں کہ حضرت آدم اور حوا بہشت میں رہنے لگے اور شیطان کو اس کی عزت کی جگہ سے نکال دیا، شیطان کو اور حسد بڑھا بالآخر مور اور سانپ سے مل کر بہشت میں گیا اور بیوی حوا کو طرح طرح سے ایسا پھسلایا اور بہکایا کہ انہوں نے وہ درخت کھا لیا اور حضرت آدم کو بھی کھلایا اور ان کو یقین دلایا تھا کہ اس کے کھانے سے اللہ کے ہمیشہ کو مقرب ہو جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ نے جو ممانعت فرمائی تھی اس کی توجیہ گھڑ دی آئندہ یہ قصہ مفصل آئے گا''۱۱۔

مولانا اشرف علی تھانوی اپنی تفسیر بیان القرآن میں اس موضوع پر جو تبصرہ کرتے ہیں اس میں کسی قدر زبان کو آسان کرتے ہوئے اس کو یہاں بیان کیا جاتا ہے ''تفسیر کبیر میں یہ قول حسن قرار دیا گیا ہے کہ شیطان نے حضرت آدم سے بے ملے ہی اپنی قوت جنیہ سے مسمریزیم والوں کی طرح دور ہی سے اثر پہنچایا ہو جس سے آدم علیہ السلام کے خیال میں یہ بات پڑ گئی ہو اور یہ خدشہ بھی نہ ہوا ہو کہ یہ خیال کسی بدخواہ کا اثر پہنچایا ہوا ہے۔ بعض احباب نے اس احتمال پر کہ اس نے بے ملے ہی اپنی قوت جنیہ سے حالت غیب میں اثر پہنچایا ہو اس پر کلام کیا ہے کہ ''وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ'' میں غیبی تصرف محض سمجھ میں نہیں آتا بلکہ اس نے حضرت آدم سے کلام کیا جو عادتاً بے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ملاقات نہیں ہوتا۔ (اس کے جواب میں فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ اس کا ظاہر کہنا صحیح ہے اور ظاہر کو بدون ضرورت ترک کرنا مناسب نہیں یہاں ضرورت کے یہ وجوہ ہو سکتے تھے نمبر ا- لفظ وسوسہ (ہے) مگر لغتہً یہ خاص نہیں ہے القاء فی القلب کے ساتھ، کلام کے ساتھ اغوا کو بھی (وسوسہ) کہتے ہیں نمبر ۲- ترتیب قصہ سے سجود کا واقع خارج جنت مفہوم ہونا، چنانچہ امر، اُسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّةَ اس کے بعد وارد ہے جب جنت سے خارج تھا تو سورہ اعراف میں اخرج منہا کی ضمیر کا مرجع سماء ہوگا جب سماء سے خارج کر دیا اور آدم علیہ السلام جنت میں تھے پھر ملاقات کہاں ہوئی پھر کلام کہاں ہوا، اسکا جواب یہ ہے کہ ترتیب ذکری ترتیب وقوعی کو مستلزم نہیں، پس اقرب یہ ہے کہ یہ (واقعہ سجود) سب کچھ جنت ہی میں ہوا اور اس وقت وہ جنت سے نکال دیا گیا مگر آسمان سے نہیں نکالا گیا تھا۔ ممکن ہے کہ آدم علیہ السلام جنت سے باہر بطور سیر کے آئے ہوں اور وہاں یہ ملاقات اور مکالمت ہو گئی ہو یا آدم علیہ السلام دروازۂ جنت میں ہوں اور ابلیس جنت سے باہر۔ واللہ اعلم" ۱۲۔

اس سلسلہ میں راقم ابلیس کے حضرت آدم وحوا سے بغیر بالمشافہ ملاقات اور ابلیس کے بغیر دخول جنت "وسوسہ" کو ترجیح دیتا ہے۔ جنت کے باہر سیر کے لیے آنے کا آدم وحوا کا امکان تو ہے مگر وہ جنت ہی کیا جہاں سیر وتفریح کے لیے باہر سے بہتر جگہ نہ ہو۔ ہاں کبھی کبھی باہر جانے کا انکار نہیں کیا جا سکتا مگر اس کبھی کبھی کی سیر میں شیطان اتنا کام کر جائے کہ قرآن مجید میں اس کے بہکانے کے مختلف حربوں کے ساتھ فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ (پس وہ کسی طرح اپنے ڈھب پر لے آیا) کا اطلاق ہو سکے یہ ہماری اپنی کمزور عقل میں نہیں آتا۔ اور نہ مور اور سانپ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے ملکوتی نظام میں خلل ڈالنے کی بات صحیح ہو سکتی ہے اور نہ ہمارے نزدیک مہلت میں ابلیس کا جنت میں داخلہ ناگزیر ہے خصوصاً جب کہ اس کو راندۂ درگاہ کیا جا چکا ہو اور اتنے صاف اور زوردار الفاظ میں کہا جا چکا ہو کہ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ (الاعراف: ۱۳/۷) ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے کام اور کلام میں جذباتیت نہیں ہوتی بلکہ وہ فیصلے ہوتے ہیں اور خصوصاً جب کہ اسے مہلت دیے جانے کے بعد بھی دوبارہ یہ فرمانا کہ "اُخْرُجْ مِنْهَا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا" (الاعراف: ۷/۱۸) یہ فرمان الٰہی اس کا ہمیشہ کے لیے جنت سے نکال دیے جانے کا اشارہ کرتا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت و جبروت اور اس کے قول پر عمل درآمد ہونا ہمارے ایمان کا تقاضا ہے اور اس کائنات کا ہر آن تغیر وارتقا اور مخلوقات عالم کی مطلق بے بسی اس کے نظام مشیت کے بے خلل، کامل و بے عیب ہونے پر دال ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ "اُخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا" کا فرمان الٰہی صادر ہو چکا ہو اور اس پر کسی بھی پہلو سے عمل درآمد نہ ہو سکے۔ مزید برآں ہمارے نزدیک ابلیس کا جنت سے نکالا جانا خدا کے نظام مشیت کا حصہ ہے اور ابلیس کو بہکائے جانے کا اختیار دینا اس کے نظام شریعت کا حصہ ہے لہٰذا وہ اس کے نظام مشیت کو توڑنے کی یا اسکی خلاف ورزی کی طاقت نہیں رکھتا ہاں البتہ اپنی اجازت شدہ حدود میں بہلا پھسلا سکتا ہے، شور شرابے کر سکتا ہے، اپنے کارندوں کو بھیج سکتا ہے، اپنے حق میں رائے عامہ فراہم کر سکتا ہے مگر مخلصین کی روحانی باؤنڈری میں قدم نہیں رکھ سکتا اور نہ اس کے پاس کوئی اور سلطان (Authority) اور اجازت نامہ (Permit) ہے جس کا جائز و ناجائز استعمال کر سکے یعنی مہلت عمل تو ہے مگر غیر مشروط نہیں بلکہ اس نے تو محدود مہلت ہی "اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ" کی مانگی تھی تو اسے "اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْم" (الحجر: ۱۵/۳۸) تک کی مہلت دی گئی۔ مفتی شفیع صاحب کے نزدیک بھی پہلا اُخْرُجْ غالباً کلام تجویز ہے جبکہ دوسرا کلام تنفیذ" ۱۳۔

(۵) جس جنت میں حضرت آدم وحوا رکھے گئے کیا وہی جنت آدم اور اولاد آدم کی منزل مقصول اور جنت موعود ہے۔ اب تک کی بحث کی روشنی میں یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ آدم وحوا کو پہلے جنت میں رکھا گیا اور وہاں ان کا ایک امتحان ہوا مگر یہ کہنا کہ وہی جنت ان کو اس دنیا میں ایمان و اعمال صالحہ کی زندگی گزارنے کے بعد ملے گی نہ قرآن میں کہیں اس کا اشارہ ہے اور نہ ہماری کوتاہ عقل میں یہ بات آتی ہے۔ ویسے بھی "ہبوط جنت" سے پہلے کی جنت "ان کا مسکن تربیت اور دار ابتلا تھا اور مرنے کے بعد آخرت سے ملنے والی جنت "دار الجزا" ہوگی لہٰذا دونوں جنتوں میں محض نام کی یکسانیت ہے ورنہ اپنی کیفیت وکمیت دونوں میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کوئی مماثلت نہیں۔ ہاں بیشک اُس جنت اور اس کی نعمتوں کے بعد اس جنت کے حصول کی تمنا و خواہش ضرور دو چند ہو سکتی ہے اور ہوئی لیکن رب کریم اس سے بڑی بڑی جنتوں مثلاً جنت الفردوس کا بنی آدم کو وارث بنانا چاہتا ہے (المومنون: ۱۱/۲۳) لہٰذا ''جنت گم گشتہ'' اب ایک ادبی محاورہ تو ہو سکتا ہے مگر اس کا تعلق حقیقت سے نہیں ہے کیونکہ جنت موعودہ نہ وہی جنت گم گشتہ ہے اور نہ عقل و نقلی دلائل اس کے حق میں قرار واقعی ثبوت فراہم کرتے ہیں۔

(٦) ہبوط آدم وابلیس سے کیا مراد ہے؟ قرآن مجید میں باری تعالیٰ نے قصہ آدم و ابلیس کے دوران بیان کئی بار ''اِھْبِطُوْا'' کا فرمان جاری کیا ہے۔ ہبوط کے لغوی معنی نیچے اترنے کے ہیں ''خواہ وہ نیچے اترنا حقیقی ہو جیسے آسمان سے زمین پر اترنا یا معنوی جیسے عزت کے مقام سے ذلت و پستی کی جانب آنا لہٰذا جنت سے زمین کی طرف ہبوط میں یہ معنوی پہلو غالب رہتا ہے۔ قصہ آدم وابلیس میں ابلیس کی نافرمانی پر پہلی بار 'منھا' کا کلمہ ہی قرآن مجید میں ہے اور حضرت آدم کی غلطی پر بھی ''اھبطو'' لایا گیا ہے۔ سورہ البقرہ کی آیت/۳۶ میں شیطان کے آدم و حوا کو پھسلانے کے بعد ''وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ'' فرمایا گیا (یعنی ہم نے ان سے کہا اترو کہ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے اور تمہارے لیے ایک وقت خاص تک زمین میں رہنا بسنا اور کھانا پینا ہے)۔ اور اس کے بعد آیت ۳۸ میں پھر ''اِھْبِطُوْا'' کا اعادہ اس طرح ہے ''قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ''۔ یعنی ہم نے کہا اترو یہاں سے سب، تو اگر آئے تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت تو جو میری ہدایت کی پیروی کریں گے تو ان کے لیے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے''۔ سورہ الاعراف/آیت ۱۱، میں ابلیس سے رب ذوالجلال کا خطاب اس کے سجدہ نہ کرنے کے بعد اس طرح ہے ''قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یَکُوْنُ لَکَ اَنْ تَتَکَبَّرَ فِیْھَا فَاخْرُجْ اِنَّکَ مِنَ الصّٰغِرِیْنَ ''(یعنی فرمایا، اچھا، تو یہاں سے نیچے اتر۔ تجھے حق نہیں ہے کہ یہاں بڑائی کا گھمنڈ کرے۔ نکل جا کہ درحقیقت تو ان لوگوں میں سے ہے جو اپنی ذلت خود چاہتے ہیں)۔ یہاں ابلیس کے معنوی ہبوط کا ذکر ہے کہ جنت کی عزت والی زندگی سے ذلت و خواری کی حالت میں گر جا۔ یہاں ایک ہی آیت میں ''اھبط ''اور 'اخرج' دو ناراضی کے کلمات ایک ہی حقیقت کو مختلف اسلوبوں میں پیش کرتے ہیں اور پھر آگے ۲۴ ویں آیت میں قَالَ اھْبِطُوْا بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ ''اسی طرح سورہ طٰہٰ میں ''وقال اھبطا منھا جمیعا ''(آیت/۱۲۳) فرمایا گیا ہے۔ ان تمام آیات میں جنت سے باہر آنا ''ہبوط'' سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ اس کے مقابلہ میں ہر مذکور مقام کم تر اور پست تر ہی ہے۔ البتہ ہبوط آدم میں ناراضگیِ خداوندی کا کوئی عنصر شامل نہیں کیونکہ ان کا دنیا میں بھیجا جانا تو ان کی خلافت فی الارض، کے اعلیٰ منصب کو اٹھانے کے لیے مقدر تھا۔ جس کا ذکر و اعلان بھی خلاّق عالم نے فرشتوں کی مقدس مجلس میں کر دیا تھا۔

یہاں ایک اور قابل غور پہلو ہے کہ سورہ البقرہ اور سورہ الاعراف میں کہیں بھی آدم و حوا کے ہبوط کے لیے ''الارض'' کی اضافت یا ذکر نہیں ہے جب کہ سورہ البقرہ ہی میں بنی اسرائیل کے وادیِ سینا کے قیام کے دوران ان کے نباتی غذا کے مطالبہ پر یہ فرمان موجود ہے کہ ''اِھْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَکُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ''(آیت/۶۱) ''کسی شہر میں اترو تو وہ چیز تمہیں ملے گی جو تم نے طلب کی ہے۔'' اس سے یہ قیاس کرنا شاید غلط نہ ہو کہ قصہ آدم و ابلیس میں ''ہبوط ارض'' بالکل واضح تھا لہٰذا اس کا ذکر کرنا فصاحت کے خلاف تھا۔ نیز اس سے اس رائے کی مزید تائید ہوتی ہے کہ اس زمین کی خلافت ہی تخلیق آدم کا اصل مقصد تھی۔

مندرجہ بالا بحث کی روشنی میں خود بخود یہ سوال ابھرتا ہے کہ اگر اس زمین کے کارِ خلافت ہی کے لیے آدم و حوا کو پیدا کیا گیا تھا تو ان کو پہلے جنت میں کیوں رکھا گیا۔ یہ تو کلام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اللہ سے صاف ظاہر ہے کہ وہاں ان کا امتحان ہوا۔ مگر کیوں؟ امتحان تو اس دنیا میں بھی ہو رہا ہے تو بار بار امتحان کیوں؟ نیز خلافت سے امتحان کا کیا تعلق ہے؟ تو کیا جنت میں ان کی خلافت کی اہلیت کا امتحان لینا تھا جبکہ ان کی اہلیتِ خلافت کو مختلف مواقع پر خود اللہ تعالیٰ نے ہی واضح طور پر پیش کیا تھا؟ بہرحال اس سوال کے مختلف جوابات مفسرین دیتے ہیں۔ مثلاً مولانا امین احسن اصلاحی صاحب جنت میں آدم کے امتحان کی حکمتوں سے گریز کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''اصل چیز جو یہاں قرآن مجید بتانی چاہتا ہے وہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح فرشتوں اور جنات کی وفاداری اور اطاعت کے امتحان آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دے کر لیا اسی طرح آدم کی اطاعت و وفاداری کے امتحان کے لیے جنت کے درختوں میں سے ایک درخت کو حرام ٹھہرا کر لیا'' ۱۴۔ مولانا مودودی اسی آیت کے تحت یہ فرماتے ہیں ''اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین، یعنی اپنی جائے تقرر پر خلیفہ کی حیثیت سے بھیجے جانے سے پہلے ان دونوں (آدم و حوا) کو امتحان کی غرض سے جنت میں رکھا گیا تھا تا کہ ان کے رجحانات کی آزمائش ہو جائے۔ اس آزمائش کے لیے ایک درخت کو چن لیا گیا اور حکم دیا گیا کہ اس کے قریب نہ پھٹکنا''۔ مزید فرماتے ہیں ''اس امتحان کے لیے جنت ہی کا مقام سب سے زیادہ موزوں تھا۔ دراصل اسے امتحان گاہ بنانے سے مقصود یہ حقیقت انسان کے ذہن نشین کرنا تھا کہ تمہارے مرتبہٴ انسانیت کے لحاظ سے جنت ہی لائق و مناسب مقام ہے۔ لیکن شیطانی ترغیبات کے مقابلے میں اگر تم اللہ کی فرمانبرداری کے راستے سے منحرف ہو جاؤ گے، تو جس طرح ابتدا میں اس سے محروم کیے گئے تھے اسی طرح آخر میں بھی محروم ہی رہو گے۔ اپنے اس مقام لائق کی، اپنی اس فردوس گم گشتہ کی بازیافت تم صرف اسی طرح کر سکتے ہو کہ اپنے اس دشمن کا کامیابی سے مقابلہ کرو جو تمہیں فرماں برداری کے راستے سے ہٹانے کی کوشش کرتا ہے'' ۱۵۔

گرچہ اس بحث کے لیے ہم نے برصغیر کے مفسرین ہی کو شامل کیا ہے مگر برصغیر ہند میں ''فی ظلال القرآن'' کا اردو ترجمہ بھی شوق و ذوق سے پڑھا جاتا ہے لہٰذا سید قطب شہید کی اس سلسلہ میں رائے بھی پیش کی جاتی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سید قطب شہید اس سلسلہ میں رقمطراز ہیں ''اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا تھا'' میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں''۔ ان الفاظ سے واضح ہے کہ آدم اولین لمحہ سے اس زمین کے لیے پیدا کیے گئے تھے، تو یہ شجر ممنوعہ کس غرض سے تھا؟ آدم کی آزمائش کس لیے تھی؟ اور ہبوط ارضی کس لیے؟ وہ تو ابتدا ہی سے زمین کے لیے پیدا کیے گئے تھے؟ میں ایسا محسوس کرتا ہوں کہ یہ تجربہ اس خلیفۂ ارضی کی تربیت اور تیاری کے لیے تھا۔ اس لیے تھا کہ اس کے وجود میں جو قوتیں پوشیدہ ہیں وہ بیدار ہو جائیں! اس لیے تھا کہ وہ جان لے کہ کس طرح وہ گمراہی میں مبتلا ہوتا، اس کے انجام کا مزہ چکھتا، ندامت سے دو چار ہوتا، اپنے دشمن کو پہچانتا اور پھر اس ہستی سے پناہ چاہتا ہے جو پناہ دہندہ اور امن کا سرچشمہ ہے۔ شجر ممنوعہ، لذت کے ساتھ شیطان کی وسوسہ اندازی؟ انسان کا خدا سے کیے ہوئے عہد کو فراموش کرنا، خدا کی نافرمانی کر کے غفلت و مدہوشی کے بعد ہوش میں آنا، نادم ہونا اور پھر خدا سے مغفرت چاہنا۔ یہ سارا قصہ فی الواقع نوع انسانی کا وہ تجربہ ہے جو بار بار اور نئے نئے انداز میں اسے ہوتا رہتا ہے۔

اس مخلوق انسان پر خدا کی رحمت اس بات کی مقتضی ہوئی کہ انسان اپنی خلافت کے مستقر، زمین پر اس طرح اترے کہ وہ تجربہ سے گزر چکا ہو جس سے وہ زمین میں مدت ہائے دراز دو چار ہوتا رہے گا۔ شیطان سے دائمی جنگ کے لیے وہ پوری طرح تیار ہو اور اسے شروع ہی میں اس سے آگاہ کر دیا گیا ہو اور اسے عبرت و نصیحت ہو گئی ہو''[۱۶]۔

اس بحث کے اختتام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ابلیس جو اس قصہ کا مخالف کردار (Villain) ہے۔ اس کے اوصاف و ماہیت پر بھی کچھ عرض کر دیا جائے۔ مولانا مودودی سورہ البقرہ/آیت ۳۴ کے تحت حاشیہ ۴۶ میں فرماتے ہیں ''ابلیس کا لفظی ترجمہ ''انتہائی مایوس'' اصطلاحاً یہ اس جن کا نام ہے جس نے اللہ کے حکم کی نافرمانی کر کے آدم اور بنی آدم کے لیے مطیع و مسخر ہونے سے انکار کر دیا اور اللہ سے قیامت تک کے لیے مہلت مانگی کہ اسے نسل انسانی کو بہکانے اور گمراہیوں کی طرف ترغیب دینے کا موقع دیا جائے۔ اسی کو ''الشیطان'' بھی کہا جاتا ہے۔ درحقیقت شیطان اور ابلیس بھی محض کسی مجرد قوت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا نام نہیں ہے بلکہ وہ بھی انسان کی طرح ایک صاحب تشخص ہستی ہے۔ نیز کسی کو یہ غلط فہمی بھی نہ ہونی چاہیے کہ یہ فرشتوں میں سے تھا۔ آگے چل کر قرآن نے خود تصریح کر دی ہے کہ وہ جنوں میں سے تھا جو فرشتوں سے الگ، مخلوقات کی ایک مستقل صنف ہیں۔'' ۱۷۔ مولانا امین احسن اصلاحی اپنی تفسیر تدبر قرآن البقرہ ۳۴ کے ذیل میں یہ فرماتے ہیں ''ابلیس'' ابلس سے افعیل کے وزن پر ہے۔ ابلَس کے معنی غمگین ہونے، انکار کرنے اور مایوس ہونے کے ہیں۔ ابلیس دراصل اس جن کا لقب ہے جس نے آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کیا۔ قرآن مجید میں اس بات کی تصریح ہے کہ یہ جنات میں سے تھا۔ سورہ الکھف ر آیت ۵۰ میں ہے ''وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ کَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ' ۱۸۔ مزید فرماتے ہیں '' قرآن مجید نے تین مکلّف مخلوقات کا ذکر کیا ہے۔ فرشتے، جنات اور بنی آدم، شیطان کوئی مستقل مخلوق نہیں ہے۔ جنوں اور انسانوں میں سے جو لوگ خدا کی نافرمانی کی روش اختیار کر لیتے ہیں وہ لوگ ابلیس کی ذریت اور اسی کے اولیاء میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اس قسم کے جنات اور انسان گمراہی پر پیدا نہیں کیے گئے، پیدا تو ہوئے ہیں اسی فطرت پر جس پر اللہ تعالیٰ نے تمام جنوں اور تمام انسانوں کو پیدا فرمایا ہے لیکن چوں کہ اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کو اختیار کی نعمت سے نوازا ہے۔ اس وجہ سے ان میں سے جو لوگ اپنے لیے گمراہی کے راستے ہی کو پسند کر لیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اسی راستے پر چلنے کے لیے چھوڑ دیتا ہے''۔ سورہ الکھف ر آیت ۵۰ کے تحت صاحب تدبر قرآن فرماتے ہیں ''ابلیس کوئی مستقل اور غیر فانی مخلوق نہیں ہے بلکہ یہ اس جن کا لقب ہے جس نے حضرت آدم کو دھوکا دیا حضرت آدم اور ان کی اولاد کے ساتھ اس کی دشمنی معلوم و مشہور ہے۔ اس کی ذریت اپنے جد اعلیٰ کے مشن کو پوری مہارت کے ساتھ پوری کر رہی ہے اور انسانوں میں سے بھی ایسے ایسے پرفن دجال جیت لیے ہیں کہ خود ابلیس بھی ان کو دیکھنے تو ان کی کاروائی پر عش عش کر اٹھے'' ۱۹۔ مولانا مودودی المومنون کے حاشیہ ۳۷ میں فرماتے ہیں ''ابلیس بَلَس سے ہے یعنی یاس و نامرادی (Frustration) جس میں برافروختگی (Desperation) بھی ہو۔ اس کے نام میں یہ معنی پوشیدہ ہیں کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یاس اور نامرادی کی بنا پر اس کا زخمی تکبر اس قدر برانگیختہ ہو گیا ہے کہ اب وہ جان سے ہاتھ دھو کر ہر بازی کھیل جانے اور ہر جرم کا ارتکاب کر گزرنے پر تلا ہوا ہے"۲۰۔ مزید فرماتے ہیں آدم بمعنی "انسان اول" ۲۱۔

خلاصۂ کلام:

قصۂ آدم کے سلسلہ میں پہلا سوال یہ ہے کہ ساتوں مقامات میں مذکور مختلف واقعات کی زمانی ترتیب کیا ہے یعنی یہاں کم از کم دو واقعات بیان ہو رہے ہیں اولاً آدم کا جسم و روح سے رشتہ جڑ کر ایک مکمل بشر وجود میں آنا اور اس کے بعد فرشتوں پر سجدہ کے حکم کا نفاذ ہونا۔ دوسرا اللہ تعالیٰ کا زمین میں خلیفہ مقرر کرنے کا اعلان کرنا اور فرشتوں کا سوال کرنا اور ان کو تشفی بخش جواب ملنے کے بعد آدم کے حضور سجدہ کا فرمان خداوندی صادر ہونا۔ ہماری بحث پر ان دونوں بیانوں اور ان کی زمانی تفریق و ترتیب سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرما دیا تھا کہ جب میں آدم کی تخلیق، تصویر اور تسویہ نیز نفخ روح کے مراحل کو پایۂ تکمیل کو پہنچا دوں تب تم کو اسے سجدہ کرنا ہے اور ان مراحلِ تخلیق کے دوران اللہ تعالیٰ نے تخلیق آدم کا مقصدِ خلافت بھی کسی خاص مجلس ملائکہ میں ظاہر فرما دیا تھا جس پر فرشتوں نے اپنے اشکال کا اظہار کیا۔ اس اشکال کا ایک فوری جواب تو یہ تھا کہ "اِنِّی اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ"۔ اور دوسرا جواب "عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ" میں پوشیدہ تھا۔ اگر ان دو واقعات کو دو مختلف بیانات خداوندی بھی تسلیم کریں تو ایک نئی مخلوق جس کو انسان و بشر نام دیا گیا، اس کی اہتمامی تخلیق اور نفخ روح کا خصوصی ذکر کر کے فرشتوں کو اس کے آگے سجدہ کرانے کا پیشگی اشارہ کیا گیا جس پر عمل در آمد بعد میں ہونا تھا۔ اشکال ملائکہ پر مبنی دوسرا واقعہ یا تو سجدۂ ملائک سے پہلے پیش آیا یا بعد میں، البتہ اگر فرشتے حضرت آدم کو پہلے ہی سجدہ کر چکے تھے تو قرآنی آیات اس پر گواہ ہیں کہ ان میں ابلیس شریک نہیں تھا۔ ابلیس کے سجدہ نہ کرنے پر اللہ تعالیٰ نے گویا کہ اس سے یہ فرمایا تھا کہ تو نے یہ جانتے بوجھتے کہ میں نے اسے اہتمامی تخلیق (خَلَقْتُ بِیَدَیَّ) سے نوازا ہے اور میں نے اس کو بہت پہلے سے حکم دے کر تجھے خاص طور پر تیار بھی کیا تھا اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تجھے سوال کرنے کا حق اور کافی وقت بھی دیا تھا اس کے باوجود تو نے انکار کیا ہے لہٰذا یوں بھی تو سزا کا مستحق ہوگیا۔ اب تیرے پاس اس نافرمانی کی کیا تاویل ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ’’اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ‘‘ میں اس سے بہتر ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا قہر و جلال کا اظہار ہونا بعید از قیاس نہیں۔ اور اس واقعہ کے بعد جب کہ ابلیس کی نافرمانی نے ماحول بگاڑ دیا ہو فرشتوں کا خلیفہ کے تعلق سے اس سوال کا آنا بھی سمجھ سے بالاتر ہے لہٰذا خلیفہ کے تعلق سے فرشتوں کا اشکال ان کے سجدہ کرنے سے پہلے ہی ہونا چاہیے اور اس کا مسکت جواب دینا بھی رب کریم کی رحمت و انصاف کا تقاضا ہے۔ اور ضرورت اس کی بھی تھی کہ ابلیس کے سامنے آدم کی افضلیت و اشرفیت ہی نہیں اس کے امتیازی منصب کا علم بھی ہوتا کیونکہ اس کی خباثت کا مکمل اور بین اظہار تبھی ممکن تھا۔ جس کی طرف اس واقعہ اشکال کے آخر میں فرمان باری تعالیٰ اشارہ کرتا ہے کہ ’’وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا کُنْتُمْ تَکْتُمُوْنَ‘‘ یعنی میں خوب جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور تم چھپاتے ہو۔ سوال یہ ہے کہ ظاہر تو بشکلِ اظہار خیال اس وقت فرشتوں نے اپنے اشکالات کی شکل میں کردیا تھا البتہ چھپایا کیا گیا اور کس نے چھپایا؟ اس کا جواب ابلیس کے عمل اور اس کے جواب میں مضمر ہے اور تفسیر ماجدی اس کی تائید کرتی ہے[۲۲]۔ مولانا مودودی تو آدم کے آگے سجدہ کو خلیفۂ ارضی یعنی بنی نوع آدم کے لیے مطیع و مسخر ہونے کی علامت سمجھتے ہیں جس کے لیے فرشتوں کو آدم کے منصبِ خلافت کا علم ہونا چاہیے[۲۳]۔ جب کہ تفسیر ماجدی میں اس سجدہ کو محض بطور اظہارِ عجز و نیاز، بحیثیت علامتِ تسلیم و اطاعت مانا گیا ہے[۲۴]۔ ان دونوں تفسیری آرا کی روشنی میں اس خیال کو مزید تقویت حاصل ہوتی ہے کہ فرشتوں کا یہ مکالمہ ان کے سجدہ کرنے سے پہلے کا ہے۔ امین احسن اصلاحی صاحب کی اس معاملہ میں کوئی واضح رائے نہیں ہے، البتہ ان کا خیال یہ ہے کہ فرشتوں سے آدم کو سجدہ کا حکم الٰہی ایک سخت امتحان تھا[۲۵]۔ لہٰذا فرشتوں کو مطمئن کیے بغیر اس سخت امتحان میں ڈالنا ارحم الراحمین کے شانِ انصاف کے خلاف ہوتا۔

یہاں یہ بتانا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کہ ’’سجود لآدم‘‘ سے مولانا عبدالماجد دریا بادی، مولانا اشرف علی تھانوی اور مفتی شفیع صاحبان خاص طور سے آدم کی طرف سمت کر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے اللہ کو سجدہ کرنا مراد لیتے ہیں۔ جیسے قبلہ و کعبہ کو رخ کر کے نماز کا سجدہ ہوتا ہے البتہ ان کے نزدیک اس سے آدم کی افضلیت بھی ثابت ہوتی ہے اس لحاظ سے یہ سجدۂ تعظیمی بھی ہوسکتا ہے جو دوسری شریعتوں میں جائز تھا۔ نیز ان کے نزدیک یہ سجدہ عالم تکوینی تھا، نہ کہ عالم تشریعی کا، جیسے کہ آسمان و زمین کی تمام چیزیں سربسجود ہیں۔ مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب اس کو سجدۂ تعظیمی اور خلافت الٰہیہ کے نشان کے بطور مانتے ہیں ۲۶؎۔ ان کے نزدیک بھی آدم محض قبلۂ سجود تھے ۲۷؎۔ مزید برآں مؤخر الذکر مفسر خاص طور سے سجود ملائکہ کے واقعہ کو خلافت آدم کے تقرر کا تتمہ قرار دیتے ہیں۔

اب اگر ان تمام مفسرین کی آرا کو ترجیحی بنیاد پر اکٹھا کر کے قصۂ آدم و ابلیس کے مختلف واقعات کو زمانی ترتیب دی جائے تو وہ اس طرح ہوگی (واللہ اعلم بالصواب)۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے مرحلہ میں فرشتوں کے سامنے ایک نئی مخلوق، جس کو وہ مٹی سے باہتمام خاص بنانے والا تھا، کا منصوبہ پیش کیا۔ اس بشری مخلوق، جس کا نام اس نے انسان بتایا اور اس کا پہلا فرد جس کا نام اس نے آدم رکھا اس کے بارے میں بتایا کہ اس کی تخلیق کی تکمیل کئی کیفیاتی اور زمانی مراحل میں ہوگی۔ ثانیاً اس نے بتایا کہ حالانکہ اس کا بنیادی خمیر مٹی سے اٹھایا جائے گا مگر اس میں اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی روح پھونکے گا لہٰذا وہ چاہتا ہے کہ جب اس آدم خاکی کو روح یزدانی سے حیات بخش دی جائے تو نوری اور ناری مخلوقات اس کے آگے سجدہ ریز ہو جائیں۔ ثالثاً اللہ تعالیٰ نے ملائکہ اور ابلیس کی ایک اور خصوصی مجلس منعقد کی جب کہ تخلیق آدم اپنے تکمیلی مراحل میں تھی جس میں ''انی جاعل فی الارض خلیفہ'' کا خدائی اعلان ہوا اور یہ بتایا گیا کہ خلیفہ وہی مخلوق ہوگی جس کی اہتمامی تخلیق کا ذکر پہلے ہی کیا جا چکا ہے۔ اس منصب خلافت الٰہی کے اعلان کے بعد اللہ رب العزت نے حاضرینِ مجلس کو پورا موقع دیا کہ وہ اپنے اشکالات کو بلا خوف و جھجک پیش کریں۔ اس فرمانِ اجازت پر فرشتوں نے اس اندیشہ کا اظہار کیا کہ انسان جیسی کسی مخلوق کو خلافت و نیابتِ الٰہی کے منصب پر سرفراز کرنے سے زمین میں فساد و خوں ریزی رونما ہوسکتی ہے اور جہاں تک تیری تسبیح، تحمید اور تقدیس کا اظہار کا معاملہ ہے وہ تو ہم کر ہی رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے ''اِنّی اَعْلَمُ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مَالاَ تَعْلَمُوْن'' کہہ کر اپنے فیصلہ پر مہر تصدیق ثبت کردی۔

اس کے بعد آدم میں روح حیات پھونک کر اس کو سب سے پہلے جب مجلس ملائکہ میں لایا گیا تو اس کا مقصد تو یہی تھا کہ مجلس کے عوام وخواص اللہ رب العزت کے حکم سجدہ پر آج اس مجلس میں عمل کریں گے اور گویا یہ آدم کی تاج پوشی کی تقریب ہوگی البتہ آدابِ محفل اور احترامِ حاکم کا تقاضا تھا کہ اشارۂ خداوندی کا انتظار کیا جائے۔ لہٰذا جب محفل آراستہ ہوگئی تو بجائے فرشتوں کو آغاز ہی میں سجدہ کا حکم دینے کے فرشتوں سے بعض اشیاء و اشخاص کو پیش کر کے ان کے نام و اوصاف معلوم کیے گئے جس کے جواب میں انہوں نے اپنی کوتاہ علمی کا حوالہ دیا اور وہ ان اشیاء واشخاص کے بارے میں نہ بتا سکے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو علم اسماء سے آراستہ کر کے انہیں چیزوں و اشخاص کے نام اسی مجلس میں پوچھے جن کا صحیح جواب حضرت آدم نے دے دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے علم محیط اور حکمتوں کی اہل مجلس کو یاد دہانی کرائی۔ دراصل اس بڑی تقریب کے ایجنڈہ آئیٹم میں یہ شامل تھا کہ آدم کی اہلیت اور فرشتوں کے اطمینان کا ناقابل تردید عملی ثبوت فراہم کردیا جائے اور اس کے بعد حاضرین مجلس کو آدم کی طرف منہ کر کے سجدہ کرنے یا آدم کو سجدۂ تعظیمی کرنے کا خدائی حکم نشر ہوا۔ جس کے جواب میں تمام حاضرین مجلس ملائکہ سجدہ ریز ہوئے سوائے ابلیس کے، اس کی اس کھلم کھلا حکم عدولی پر مواخذہ تو ہونا ہی تھا۔ جس کے جواب میں ابلیس نے شرمندگی کے بجائے استکبار کا رویہ اختیار کیا۔ اس پر وہ راندۂ درگاہ کردیا گیا (لعنتی الی یوم الدین) لیکن ابلیس کے قلب ودماغ میں آدم کے خلاف کینہ وحسد کا جولاوا پک رہا تھا اس کے اظہار کے لیے عمر نوح بھی ناکافی تھی چنانچہ لعنت کا طوق پہن کر اس میں مزید شدت آگئی لہٰذا اس نے بنی آدم کو ناشکرا ثابت کرنے کے لیے خدائے عزوجل سے قیامت تک بہکانے کی مہلت مانگی جو پہلے مرحلۂ قیامت تک کے لیے مل گئی۔ اس کے بعد اس کی گستاخی مزید بڑھی اور اس نے اللہ تعالیٰ کو اپنی گمراہی کا ذمہ دار ٹھہرایا اور اللہ تعالیٰ کو آدم و بنی آدم کے تعلق سے یہ چیلنج کردیا کہ میں ساری توانائیاں تیرے بندوں پر اس طرح لگاؤں گا کہ تو دیکھے گا کہ اکثر تیرے عطا کردہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

منصب فضیلت و خلافت کے علی الرغم تیری ناشکری کرنے والے ہونگے۔ اس گستاخانہ کلام ابلیس کے بعد نہ صرف دربار الٰہی میں اس کے رکنے کا جواز باقی نہ رہ گیا تھا اور نہ جنت میں اقامت پذیری کا۔ لہٰذا ''اہبط'' اور ''اخرج'' کے کلمات الٰہی نے اس کو ذلت و پستی کے اتھاہ گہرائیوں میں گرا دیا۔ مگر ابھی اس کے پاس آدم کے بہکانے کے لیے مہلت عمل کی اجازت ہے جس کے بوتے پر وہ اپنی ساری توانائیاں اس دنیا کو آدم و ابلیس کی رزم گاہ بنانے میں صرف کر رہا ہے کیونکہ اول تو خالق و مخلوق کی جنگ ہی بے معنی ہے۔ کس کی مجال ہے کہ خالق کائنات سے جنگ کے لیے میدان کارزار میں آسکے اور رہا اس میں کامیابی کا امکان تو یہ محض احمقانہ خیال ہے۔ اس لیے ابلیس نے دربار خداوندی میں گستاخیاں تو کیں مگر خدا کے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہیں کی بلکہ اس کی معزز و مکرم مخلوق کی عداوت کے حوالہ سے خدائے کریم کو چیلنج کیا۔ اسی قرآنی حقیقت کو مولانا شبیر عثمانی صاحب اپنی تفسیر میں ابلیس کو مہلت دیے جانے کی حکمت کے تحت بیان کرتے ہیں ۲۸۔

اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور ان کی بیوی حضرت حوا کو جنت میں ساری آسائشوں کے ساتھ رہنے سہنے کا اعزاز بخشا سوائے ایک درخت کے کہ اس کے قریب بھی جانا وفاداری کے خلاف بتایا گیا۔ لیکن چونکہ اس سے پہلے ابلیس کو آدم اور ذریت آدم کو بہکانے کی مہلت مل چکی تھی لہٰذا پر فریب وسوسہ اندازی کے ذریعہ کسی طرح وہ آدم و حوا کو بہکانے میں کامیاب ہو گیا۔ اس درخت کے پھل کو چکھتے ہی ان دونوں کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور وہ جنت کے پتوں سے ستر پوشی کرنے لگے نیز وہ اپنی غلطی پر بہت نادم ہوئے اور انہوں نے پروردگار عالم سے گڑگڑا کر اس غلطی پر معافی مانگی جو بارگاہ عز و جل میں مقبول ہوئی۔ اس کے بعد حضرت آدم و حوا اور ابلیس سب کے لیے نیچے زمین پر اترنے کا حکم ہوا جہاں پر آدم اور ذریت آدم کو آزمائشی خلافت کی حالت میں رکھا گیا اور ان کو تازہ بتازہ ہدایت و یاددہانی سے بھی نوازے جانے کا اعلانِ خداوندی ہوا۔ اب اصل جنت و جہنم کے فیصلہ کو انسانی ایمان و عمل سے منسلک کر دیا گیا ہے۔

ہم قصہ آدم و ابلیس کو اسی قرآنی یاددہانی پر ختم کرتے ہیں جو اللہ رب العزت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے سورہ فاطر/آیت ۶ میں انسانوں کو کرائی ہے کہ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا (یعنی شیطان تمہارا دشمن ہے لہٰذا تم بھی اس کو دشمن ہی سمجھو)۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن پر ایمان حقیقی اور اپنی پسند کے مطابق عمل کی توفیق عطا فرمائے نیز اپنی نصرت خاص کے ذریعہ مذکورہ بالا محاذ میں کامیابی کے فیصلے ہمارے حق میں بھی فرمائے۔ آمین۔ یا ارحم الراحمین۔

حواشی و مراجع

۱۔ ترجمۂ قرآن مجید محمود الحسن/تفسیر شبیر احمد عثمانی (مطبوعہ مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف، مدینہ منورہ) میں محمود الحسن مذکور ہے۔

۲۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی، ۱۹۷۵ء، ۱۳۴/۳۔ ۱۳۵، حاشیہ نمبر۔ ۱۰۶

۳۔ تفسیر ماجدی، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ، ۲۰۰۳ء، ۷/۱

۴۔ امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، تاج کمپنی، دہلی، ۱۹۸۹ء، ۱۵۸/۱

۵۔ تدبر قرآن، ۱۶۰/۱ (البقرہ/آیت ۳۱، حاشیہ بعنوان "آدم کو کن کے نام سکھائے گئے؟)

۶۔ تفسیر ماجدی، ۱۰۰/۱ (البقرہ/آیت ۳۱، حاشیہ ۱۱۴)

۷۔ تدبر قرآن، ۳۵۸/۴ (الحجر/آیات ۲۸۔۲۹)

۸۔ معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ، دیو بند، بدون تاریخ، ۱۹۳/۱

۹۔ تدبر قرآن، ۹۸/۵۔۹۹

۱۰۔ تدبر قرآن، ۲۳۵/۳

۱۱۔ ترجمہ قرآن مولانا محمود الحسن/تفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی محولہ بالا، ص ۸ (سورہ البقرہ/آیت ۳۶، حاشیہ ۸)

۱۲۔ اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، مکتبہ الحق، جوگیشوری، ممبئی، ۲۴/۱

۱۳۔ معارف القرآن، ۵۲۹/۳

۱۴۔ تدبر قرآن، ۱۶۶/۱ (البقرہ/آیت ۳۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۵- تفہیم القرآن، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی، ۱۹۷۳ء، ۶۶/۱ (البقرہ/آیت ۳۵، حاشیہ ۴۸)
۱۶- سید قطب، تفسیر فی ظلال القرآن (اردو ترجمہ سید حامد علی)، ہندوستان پبلیکیشنز، دہلی، ۲۰۰۷ء، ۱۶۲/۱۔۱۶۳
۱۷- تفہیم القرآن، ۶۵/۱ (البقرہ/آیت ۳۴، حاشیہ ۴۶)
۱۸- تدبر قرآن، ۱۶۵/۱
۱۹- تدبر قرآن، ۵۹۵/۴/۱
۲۰- تفہیم القرآن، ۲۹۴/۳
۲۱- تفہیم القرآن، ۲۹۴/۳
۲۲- تفسیر ماجدی، ۱۰۲/۱ (البقرہ/آیت ۳۳، حاشیہ ۱۲۳)
۲۳- تفہیم القرآن، ۶۴/۱۔۶۵ (البقرہ/آیت ۳۴، حاشیہ ۴۵)
۲۴- تفسیر ماجدی، ۱۰۳/۱ (البقرہ/آیت ۳۴، حاشیہ ۱۲۵)
۲۵- تدبر قرآن، ۱۶۳/۱۔۱۶۵۔ مزید دیکھیے: ۵۴۹/۶
۲۶- ترجمہ محمود الحسن/تفسیر شبیر احمد عثمانی ص ۲۰۲ (الاعراف/آیت ۱۳، حاشیہ ۱)
۲۷- ترجمہ محمود الحسن/تفسیر شبیر احمد عثمانی ص ۸ (البقرہ/آیت ۳۴، حاشیہ ۵)
۲۸- ترجمہ محمود الحسن/تفسیر شبیر احمد عثمانی ص ۲۰۲ (الاعراف/آیت ۱۵، حاشیہ ۳)

© rasailojaraid.com